عید الفطر کا جشن ملی

خدائے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کے لئے نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چُن لیتا ہے تا کہ اس کی طہارت کے لئے ذمہ دار ہوں لیکن جب ان کا وجود، زمین کی طہارت و نظافت کے لئے گندگی ہو جاتا ہے تو غیرتِ الٰہی، اس بارِ آلودگی سے اپنی زمین کو ہلکا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تمرد سے ارضِ الٰہی کی طہارت کو جب داغ لگایا تو اس کی رحمتِ غیور نے "کوہِ سینا" کے دامن کی جگہ "بوقبیس" کی وادی کو اپنا گھر بنایا اور شام کے مرغزاروں سے روٹھ کر حجاز کے ریگستانوں سے اپنا رشتہ قائم کیا تا کہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کہاں تک اس منصب کی اہلیت ثابت کرتی ہے۔ "اور بنی اسرائیل کے بعد پھر ہم نے تم کو زمین کی وراثت دی تا کہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں۔"
پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کا اختتام اور مسلمانوں کے اقبال کا آغاز تھا اور اس نئے دورِ اقبال کا مہینہ "شوال" سے شروع ہوتا تھا، اس لئے اس نے یومِ ورود کو عید الفطر کا "جشنِ ملی" قرار دیا تا کہ افضالِ الٰہی کے ظہور اور قرآنِ کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم رکھی جائے اور اس احسان و اعزاز کے شکریے میں تمام اُمتِ مرحومہ اس کے سر بسجود ہو:
وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (الانفال:۲۶) اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ مکہ مکرمہ میں تم نہایت کم تعداد میں اور کمزور تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ کر اُڑا نہ لے جائیں۔ لیکن خدا نے تم کو جگہ دی، اپنی نصرت سے مدد کی، عمدہ رزق تمہارے لئے مہیا کر دیا اور یہ اس لئے تا کہ تم شکر ادا کرو۔"

بدل اشتراک......فی شمارہ: **15** روپے • سالانہ: **150** روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل۔ بی۔ ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن	درس قرآن	محمد ایوب اثری	3
اداریہ	عالم اسلام کا ایک ناسور	محمد مقیم فیضی	6
ایمانیات	قرآن وسنت کے نصوص میں نور وظلمات	ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی	17
عقیدہ ومنہج	اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں	محمد مقیم فیضی	21
احکام ومسائل	کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کے طلاق حیض کو ایک...	کفایت اللہ سنابلی	26
احکام ومسائل	زکاۃ الفطر۔احکام ومسائل	ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی	34
احکام ومسائل	نفلی روزے اور ان کے احکام ومسائل	ابوابراہیم کمال الدین سنابلی	40
تزکیہ وتربیت	رمضان کے بعد کیا؟	سرفراز فیضی	43
آئینۂ جمعیت وجماعت	جماعتی خبریں	دفتر صوبائی جمعیت	47
آئینۂ جمعیت وجماعت	اظہارِ تشکر	دفتر صوبائی جمعیت	48

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

﴿وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (نمل:۱۹)

ترجمہ: اے پروردگار تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تونے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

تشریح: حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا مولا! حیران ہوں تیرے انعامات عظیمہ کا شکر کس طرح ادا کروں پس التجاء ہے کہ مجھے پورا شاکر بنا زبان سے بھی اور عمل سے بھی اور اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں (جو انبیاء مرسلین ہیں) میں محشور فرما۔

قارئین کرام: جس وقت یہ چند تحریریں درس قرآن کے حوالے سے حوالہ قرطاس کی جارہی ہیں رمضان کا آخری عشرہ ہے جس کا ایک ایک دن اور ایک ایک رات اور ایک ایک لمحہ انتہائی قیمتی ہے مسلمانوں کا ایک طبقہ پوری دلجمعی کے ساتھ نیکیوں کو سمیٹنے میں لگا ہوا ہے اور ایک طبقہ پورے تن من دھن کے ساتھ عید کی تیاری میں مصروف ہے۔اور جس وقت یہ مجلہ آپ کے ہاتھوں تک پہونچے گا رمضان المبارک کا مہینہ اپنی رحمتوں برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ رخصت ہو چکا ہوگا۔ ہلال رمضان نظر آتے ہی یکلخت ہماری زندگیوں میں ایسا انقلاب رونما ہوتا ہے کہ سر پر ٹوپی اچھے لباس اور بہترین عطر کے ساتھ ہر مسلمان چھوٹا بڑا بوڑھا نوجوان مسجدوں کا رخ کرتا ہے مسجدوں کے اندر نمازیوں کی اس قدر بھیڑ ہوجاتی ہے کہ ہر نماز میں جمعہ کا ساسماں ہوتا ہے ہر ایک اس جذبے کے ساتھ مسجدوں کا رخ کرتا ہے کہ اسے پہلی صف میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع مل جائے فرائض تو فرائض سنن کا بھی اس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ جس جگہ فرض ادا کیا ہے اسی جگہ پر سنت بھی ادا کرتا ہے اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ دوسری جگہ ہٹ کر سنت ادا کرے اسی طریقے سے تراویح بھی پوری لگن کے ساتھ ادا کرتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کا مسئلہ ہی مت پوچھئے اس قدر تلاوت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی پوری کوشش کرتا ہے بسا اوقات قرآن کریم کے نسخے کم پڑجاتے ہیں بوسیدہ پھٹے پرانے نسخے جسے بالکل باندھ کر کے محفوظ جگہ میں رکھ دیا جاتا ہے لیکن قاری اسے لیکر صاف کرکے بڑی دلجمعی کے ساتھ تلاوت کرتا ہے اس شہر المواساۃ میں لوگوں کی ہمدردیاں ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر ہوجاتی ہیں کہ افطار کے وقت ایک دوسرے کے یہاں افطاری بھجوانے کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ یہ تھے ماہ مبارک کے برکات وثمرات۔

مسلمانو! یہ ماہ مبارک اپنی رحمتوں اور سعادتوں کے ساتھ آناً فاناً گذر گیا اور ہماری عمر عزیز کا ایک حصہ لے کر چلا گیا لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نفس کے محاسبہ کا صفحہ الٹ کر دیکھنا چاہیے کہ اس نے اس میں کیا کیا؟ اس سے کچھ فائدہ اٹھایا کہ نہیں قلوب واذہان پر کس قدر اثر انداز ہوا؟ عملی زندگی میں اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟ اسکی وجہ سے ہمارے روز مرّہ کے معمول چال ڈھال اور گفتار وکردار میں کیا تبدیلی رونما ہوئی؟ رمضان میں اعمال کی قبولیت کا کس کو خیال ہے؟ ایک اہم سوال جو ہم سب کو درپیش ہے وہ یہ کہ ہم سے ماہ رمضان گذر جانے کے بعد اعمال کی قبولیت کے اسباب کو اپنا کر نیک اعمال کا سلسلہ جاری رکھنے کا پختہ ارادہ کرنے کے باوجود کیا ہم میں سے اکثر کا حال اس کے برعکس ہے؟ الا ماشاء اللہ۔ ہم نے اپنے ان سلف صالحین رحمہم اللہ کو اپنے لئے اسوہ نمونہ بنایا کہ نہیں جن کی یہ کیفیت رہتی تھی کہ جب رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے قریب ہوتا ان کے دل ڈرے سہمے، اور رنجیدہ وغمگین ہوجاتے تھے۔ کیونکہ انہیں اس بات کا اندیشہ لگا رہتا تھا کہ ان کے اعمال شرف قبولیت حاصل کر بھی سکیں گے کہ نہیں اسی کے پیش نظر وہ رمضان کے بعد قبولیت اعمال کی خوب خوب دعا کرتے۔ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے معلیٰ ابن الفضل سے نقل کیا ہے کہ سلف چھ مہینے رمضان میں کئے گئے اعمال کی قبولیت کی دعا کرتے تھے اور اعمال کی تکمیل اور ان کی بحسن وخوبی ادائیگی کی کوشش کرتے تھے اس کے بعد اس کی قبولیت کیلئے اہتمام کرتے اور رد ہوجانے سے خائف رہتے تھے (جیسے: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ) (مومنون:۶۰) حضرت علی ابن ابی طالبؓ فرماتے ہیں عمل کرنے سے زیادہ عمل کی قبولیت کا اہتمام کرو کیا تم نے اللہ کا فرمان نہیں سنا (اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ) (مائدہ:۲۷) اللہ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔ اسی طرح سے فضالہ بن عبید نے فرمایا اگر مجھے پتہ چل جائے کہ اللہ نے میرا ذرہ برابر عمل قبول کرلیا تو یہ میرے لئے دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا کیونکہ اللہ فرمتا ہے: (اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ) (مائدہ:۲۷)

بھائیو! ماہ رمضان کے بعد کیا کریں؟ روزہ داروں پر روزوں کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہمیں اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔

ماہ رمضان میں عبادات وافعال خیر کا کثرت سے اہتمام کرنا اور غیر رمضان میں انہیں ترک کردینا۔ حالانکہ تمام مہینوں کا رب تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس نے لوگوں کو ہمیشہ اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: (يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ) (بقرہ:۲۱) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت اللہ نے فرمایا: (وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا) (مریم:۳۱) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ) (حجر:۹۹) ''مَا دُمْتُ حَيًّا'' سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی جب تک باحیات ہے تو اس پر احکام شرعیہ کی پابندی لازم ہے اور وہ اگر چہ کتنے ہی اعلیٰ مقام پر پہونچ جائے مگر وہ ان سے بریٔ الذمہ نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح سے

''حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ'' میں یقین سے سے مراد موت ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادت انسان پر فرض ہے جب تک اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہو جیسی اس کی حالت ہو اس کے مطابق نماز ادا کرے (بدمذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی بات گھڑی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہونچے اس پر عبادت فرض رہتی ہے لیکن جب معرفت کی منزلیں طے کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے یہ سراسر کفر، ضلالت اور جہالت ہے یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام اور خصوصا سید الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین معرفت کے تمام درجے طے کر چکے تھے اور خدائی علم وعرفان میں سب دنیا سے کامل تھے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور طاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول تھے آخرم دم تک اسی میں لگے رہے پس ثابت ہے کہ یہاں یقین سے مراد موت ہے (تمام مفسرین صحابہ وتابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ما اوحی الیّ ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الیّ ان سبح بحمد ربک وکن من السٰجدین، واعبدربک حتی یاتیک الیقین'' (مشکوٰۃ) یعنی مجھ کو اللہ نے اس لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا کہ میں مال جمع کروں اور سوداگری کروں (صرف اس میں ہی لگ جاؤں) بلکہ مرتے دم تک حمد وثنا اور عبادت کرتا رہوں (تفسیر.....))

اس لئے جب بعض سلف صالحین سے ایسے لوگوں کے بارے میں جو غیر رمضان میں اللہ کی عبادت نہیں کرتے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''بئس القوم لا یعرفون اللہ الا فی رمضان'' وہ بہت بُرے لوگ ہیں جو اللہ کو صرف اور صرف رمضان میں ہی پہچانتے ہیں اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ''احب الاعمال الی اللہ ادومھاوان قل'' (بخاری ومسلم) اللہ کے نزدیک سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر مداوقت وہمیشگی ہو گرچہ تھوڑا ہو رمضان المبارک کا مہینہ اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ رخصت ہو چکا ہے ہر شخص نے اپنے دامن اور ظروف کے لحاظ سے ماہ رمضان کی سعادتوں کو سمیٹا ہے اللہ کی نعمتوں اور سعادتوں کو حاصل کرنے سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے حفاظت سے مراد یہ ہے کہ رمضان میں خیر کو قبول کرنے اور اللہ کی مرضیات کو بجالانے کی جو توفیق میسر آئی ہے وہ دوسرے دنوں میں بھی باقی رہے اسی کو قرآن مجید نے تقویٰ سے تعبیر کیا ہے۔ آج مسجدیں رمضان کے مقابلے میں ویران کیوں نظر آرہی ہیں؟ اس لئے کہ رمضان میں اپنے مالک وخالق کی ذات کا جو استحضار تھا اور اس کی خوشنودی ورضاجوئی کا جو جذبہ کارفرما تھا وہ ختم ہو چکا ہے محبت کی آگ بجھ گئی ہے اور خشیت کے شعلے خاکستر ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس بات کا عزم کیجئے کہ آج بھی آپ اس سے بے نیاز اور مستغنی نہیں ہو سکتے اور جس خدا کے خوف نے کل آپ کا سر جھکایا تھا آج بھی اس کی ذات پوری جلال وقدرت کے ساتھ موجود ہے۔

❖ ❖ ❖

اداریہ

عالم اسلام کا ایک ناسور

محمد مقیم فیضی

اپنی ابتدائے تاسیس سے سیاہ درسیاہ تاریخ کی حامل تنظیم اخوان المسلمین جو برطانوی عملداریوں میں پیدا ہوئی اور انگریزی کیمپوں اور چھاؤنیوں میں پروان چڑھی، جس کے ڈانڈے جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ کے حوالے سے عالمی ماسونیت سے جا ملتے ہیں، خود شیخ حسن بنا کی ماسونیت اور اسلام دشمن طاقتوں سے ان کی ساز باز تاریخ کی بھول بھلیوں سے نکل کر ایک روشن حقیقت کی شکل میں منظر عام پر آ چکی ہے، سید قطب اور ماسونیت سے ان کے استوار رابطے بھی پوری طرح بے نقاب ہو چکے ہیں۔ اس تنظیم میں ابتدا ہی سے اسلام دشمن طاقتوں کے آلۂ کار موجود رہے ہیں جن کی پوزیشن اس تنظیم میں بہت مضبوط رہی ہے، پالیسیوں کا غموض اور دہرے نظریات واصول اور اعمال اس پارٹی کا طرۂ امتیاز رہے ہیں۔ خود شیخ حسن بنا صاحب عید میلاد النبی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے، اس کے جلوسوں کی قیادت کرتے تھے اور اس میں رقص کرتے ہوئے گا گا کر شرکیہ نعتیں اور نظمیں پڑھا کرتے تھے اور انتہائی جرأت کے ساتھ اپنی دعوت کو سلفی دعوت بھی کہا کرتے تھے، مخالفین کی تکفیر کے جراثیم اس تنظیم میں شروع ہی سے موجود تھے، اس کے اراکین میں یہ خیال ابتدا ہی سے بٹھایا گیا ہے کہ وہ دنیا میں سپریر لوگ ہیں اور انہیں عالم کی استاذیت کے لئے برپا کیا گیا اور جو لوگ ان کے ساتھ نہیں ہیں وہ کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ حقیر ہیں، ان کے جان مال اور آبرو کی کوئی قیمت نہیں ہے، چونکہ اس جماعت کا بنیادی مقصد عالم اسلام میں افراتفری اور انتشار واختلاف اور ہنگاموں کا ماحول ہر دم بنائے رکھنا ہے جس کا فائدہ انہیں خود بھی اٹھانا ہے اور اپنے آقاؤں کو بھی فیض پہنچانا ہے اس لئے انھوں نے جماعت کے روز اول سے، مظاہرے، ہنگامے، جلوس نکالنے کے طور طریقوں میں مہارت اور نت نئے تجربوں کے لئے باقاعدہ شعبے بنا رکھے تھے، لوگوں کی مخبری کے لئے ان کا اپنا خفیہ محکمہ تھا اور ان کے مخبر تمام سیاسی اور دینی تنظیموں اور جماعتوں میں گھس کر مخبری کا فریضہ بڑی تندہی کے ساتھ انجام دیتے رہے ہیں، ان کا خفیہ نظام بھی قائم تھا جس کا کام بڑے بڑے لیڈروں اور سیاسی ودینی سربراہوں کا قتل تھا، حسب ضرورت پبلک پراپرٹی اور مفاد عامہ کی چیزوں کو بم دھماکوں سے اڑا دینا بھی اس کے فرائض منصبی کا ایک حصہ رہا ہے، بلکہ وہ خود اپنے آدمیوں سے جب اکتا جاتے تھے اور کوئی چھوٹا بڑے کو آنکھ دکھانے لگتا تو اسے پٹوانے یا قتل کرانے سے بھی نہیں چوکتے تھے، ان کی خفیہ تنظیم کے سربراہ عبدالرحمان سندی نے اپنے

نائب سید فائز کی موت کا سامان گفٹ پیکٹ بم کے ذریعہ کیا جس میں وہ اور ان کے گھر کے کچھ افراد بھی مارے گئے تھے، خود شیخ حسن بنا نے اپنے مخالفین کو لاٹھیوں سے پٹوایا تھا۔ سید قطب اور ان کے رفقاء نے خود پلوں اور آمد ورفت کے ذرائع کو بم دھماکوں سے اڑا دینے کی تجویز پیش کی تھی اور بڑے بڑے حکومتی سربراہوں صدر اور وزیر اعظم جیسے عہدیداروں کے قتل کا منصوبہ بھی ان کی ترجیحات میں شامل تھا مگر وقتی طور پر خود اپنی جان کے خطرے اور اس کام کے قریب قریب ناممکن ہونے کے پیش نظر ترک کر دینے یا اسے موخر رکھنے کی تجویز ان کی مجلس میں منظور ہوئی تھی جس کا اقرار انھوں نے خود ''لماذا أعدموني'' میں کیا ہے۔ اس کام کے لئے باقاعدہ نوجوانوں کا انتخاب ہوتا تھا اور ماسونیت اور باطنی اور سری تنظیموں اور مافیاؤں کی طرح سخت ترین عہد وپیمان کے ذریعہ ڈرامائی اور فلمی انداز میں ان سے بیعت لی جاتی تھی اور انہیں صاف صاف بتا دیا جاتا تھا کہ خفیہ رازوں کو افشا کرنے یا غداری کی سزا موت ہے، پھر ان منتخب نوجوانوں کی سخت ترین فوجی ٹریننگ ہوتی تھی جس میں انہیں پستول سے لیکر مشین گن اور تمام قسم کے اسلحوں اور ان کی ساخت سے آگاہ کرایا جاتا تھا اور انہیں چلانے کی تربیت دی جاتی تھی، بم بنانے اور دھماکے کرنے کے گر سکھائے جاتے تھے، اور پھر ان سے اس کی عملی مشق بھی کرائی جاتی تھی جس کے نتیجے میں معصوم جانوں کا ضیاع ہوتا تھا اور کبھی کبھی خام کار اور کچے نوجوان پکڑ بھی لئے جاتے تھے اور لمبی جیل ان کا مقدر ہوتی تھی۔ حسن بنا کے زمانے میں ایسے ہی تربیت یافتہ نوجوانوں کے ذریعہ شہر کے تمام پولیس اسٹیشنوں میں ڈرانے والے بم دھماکے کرائے گئے، کبھی ہنگاموں کے درمیان پولیس پر باقاعدہ حملے کئے جاتے تھے، ان کی طرف بم پھینکے جاتے تھے اور یہ کام جوالہ کے ذریعہ لیا جاتا تھا جو عام طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ سے بنایا گیا ایک شعبہ تھا جس کا کام فوجی مظہر کے ذریعہ مخالفین پر رعب ڈالنا تھا، یہ طلباء کالجوں اور یونیورسٹیوں سے لے کر سڑکوں تک مظاہرے کرنے، جلوس نکالنے اور ہنگامہ کرنے میں ماہر ہو چکے تھے، یہ سارے کام شیخ حسن بنا صاحب ہی کے زمانے میں ہوتے تھے، اور جیسی کرنی ویسی بھرنی کے تحت شیخ حسن بنا کے قتل کے بعد تو ان کے متبعین نے تشدد، انتہا پسندی اور مختلف قسم کے بم دھماکوں، تخریب کاریوں، لوٹ پاٹ، حکمرانوں کے متعلقین کے قتل، اغوا، اور تاوان جیسی کارروائیوں سے پورے عالم اسلام کو جہنم کا نمونہ بنا دیا، ہر طرف خوف ودہشت کا ماحول پیدا ہو گیا انھوں نے قاتل اور خونی رافضیوں کا کھل کر ساتھ دیا اور ان کے خالص رافضی انقلاب کو اسلامی انقلاب کے نام سے خوب شہرت دی اور خلفائے راشدین، ازواج مطہرات اور عام صحابہ کو مرتد کہنے والے اور سب وشتم اور لعن طعن کرنے والے خمینی کو امام کے لقب سے نوازا اور ان کی ایسی تمجید وتقدیس کی کہ شاید خود ان کے شیعوں نے بھی نہ کی ہوگی جبکہ خمینی صاحب اور ان کے رفقاء نے پاسداران انقلاب کے خونخوار وحشیوں کے ذریعہ اہل سنت کا قتل عام کرایا بالخصوص اہواز کے سنی مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے، انہیں اپنی عربی زبان ترک کر کے بالجبر فارسی زبان پڑھنے پر مجبور کیا گیا، ان کی

تمام دینی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی، گھر میں گھس کر ان کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اٹھالیا گیا اور سالوں انہیں بے پناہ مظالم کے ساتھ جیلوں میں سڑایا گیا، بہتوں کو سزائے موت دے دی گئی، لڑکیوں کی سزائے موت کے نفاذ سے پہلے ان کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا، دیگر علاقوں کے سنی مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا پھر یہ درندے غیر ملکی طاقتوں کی شہ پر جن سے ہمیشہ نوراکشتی کا مظاہرہ ہوتا رہا تھا اپنے ملک سے باہر آئے اور عراق میں سنی مسلمانوں کا قتل عام کیا، وہاں کے اصل باشندوں کو اپنی بستی اور علاقہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کیا گیا محلے کے محلے صاف کردیئے گئے، ان کو نشانا بنانے کے لئے وجہ جواز پیدا کرنے کی خاطر اخوانیوں کی تنظیم داعش کو سامنے لایا گیا، اس کے آگے سیریا میں اس سے خوفناک خونی کھیل کھیلا گیا اور سنیوں کو اس بری طرح تباہ و برباد کیا گیا اور انہیں تڑپا کر مارا گیا کہ پوری تاریخ انسانیت شرمسار ہوگئی، اخوانیوں کے تجویز کردہ امیر المؤمنین ارگادن صاحب چپ سادھے اس قتل عام کا نہ صرف یہ کہ ٹھنڈے پیٹوں نظارہ کرتے رہے بلکہ روس کے ساتھ ترکی کا روشن مستقبل طے کرنے کے لئے ٹیبل ٹاک کرتے رہے اور سنی مسلمانوں کی لاشوں پر بیٹھ کر تجارتی معاہدے کرتے رہے اور قطر القاعدہ اور داعش کی پیٹھ ٹھونکتا رہا۔ ادھر رافضی سازش کاروں اور ان کے آلۂ کار حوثیوں نے یمن کو پوری طرح تباہی کے دہانے پر پہنچادیا اور اپنے فساد کو سعودی عرب میں ایکسپورٹ کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں۔ تنظیم اخوان المسلمین اور اس کی لاحقہ تنظیموں اور افراد نے آج بھی ایرانی رافضیوں کی ہمنوائی ترک نہیں کی بلکہ کبھی ڈھکے چھپے اور کبھی صاف لفظوں میں اس کی تائید کرتے جارہے ہیں اور اس کے انسانیت سوز مظالم کے لئے طرح طرح سے وجہ جواز پیدا کررہے ہیں، حقائق کو مسخ کرنے اور گھناؤنے واقعات کی پردہ پوشی کرنے میں مشغول ہیں، اخوانیوں کے پاس شروع ہی سے ایک ادارہ پرپیگنڈہ کرنے اور افواہیں پھیلانے کے لئے قائم ہے جس کا کام اپنی جماعت اور اس کے لیڈروں کو چمکانا اور نمایاں کرنا ہے۔ ان کے گرد تقدس کا ایسا ہالہ قائم کردیا جاتا ہے کہ اس کو چھونے کے لئے بڑھنے والے ہاتھ جلنے لگتے ہیں، اور دیگر جماعتوں اور افراد اور مخالفین جماعت کی شبیہ بگاڑنے کے لئے ایسی نچلی سطح پر آکر بھانت بھانت کی گھڑی ہوئی باتیں اور تراشے ہوئے واقعات پیش کئے جاتے ہیں اور نت نت شبہات سامنے لائے جاتے ہیں کہ حیا رونے لگتی ہے، ایسے ایسے انداز میں ان کا استہزاء کیا جاتا ہے اور ان کے متعلق لطیفے تراشے جاتے ہیں کہ حقائق اپنا سر پیٹنے لگتے ہیں، ان کی خوبیوں کو گناہ بنادیا جاتا ہے، اس شعبے میں منجھے ہوئے ادباء، قلم کی تجارت کرنے والے اور تحریروں کی روٹیاں کھانے والے کام کرتے ہیں جن کا حیا و شرم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا ہے، اس سلسلہ میں اخوانیوں کا الجزیرہ چینل بھی اپنی مثال آپ ہے۔ انھوں نے ہمیشہ عالم اسلام کے قضیوں اور مسلمانوں کے مسائل کو بھنایا ہے، جب بھی کوئی مسئلہ ہوتا ہے وہ اسے کیش کرانے کے لئے آگے چلے آتے ہیں اور اپنا مقصد حل کرلینے اور اپنا مفاد پالینے کے بعد وہ ان کے قضیوں اور مسائل کو تڑپتا سسکتا اور بلکتا چھوڑ دیتے ہیں، انہیں

میں سے ایک قضیۂ فلسطین رہا ہے جوان کے لئے سدا دودھ دینے والے تھن کی طرح ہے جس کی ملائی وہ شروع سے کھاتے آئے ہیں۔ تحریک اخوان المسلمین کے مورخ محمود عبدالحلیم صاحب اپنی کتاب: ''الاخوان المسلمین احداث صنعت التاریخ(۱۔۱۹۲)'' پر خود ہی اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس موقع پر میں قاری کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ رقمیں جو ہم فلسطین کے لئے مسجدوں، قھوہ خانوں اور باروں سے جمع کرتے تھے ان کے جمع کرنے کا مقصد ان سے فلسطینیوں کی مدد کرنا نہیں تھا، کیونکہ اس پہلو سے وہ لوگ ان کی حاجت نہیں رکھتے تھے؛ اس لئے کہ ان مجاہدین کی پشت پر خود مالدار فلسطینی کھڑے تھے..

اس کے لئے چندہ جمع کرنا تو اس قضیے کے متعلق لوگوں پر اثر ڈالنے کے اسلوبوں میں سے محض ایک اسلوب تھا، اور اب میں اس پر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ رقمیں سرے سے مجاہدین کو بھیجی ہی نہیں جاتی تھیں بلکہ اس قضیے کے اشتہار اور پروپیگنڈے میں خرچ کردی جاتی تھیں''۔ انتھیٰ

جی ہاں لوگوں کا جذباتی استحصال کر کے جو بھاری رقومات جمع کی جاتی تھیں وہ سب اپنے گروہی منصوبوں پر خرچ کی جاتی تھیں۔ آگے اور کیا کیا ہوتا تھا اس کا حال اللہ جانے۔ تحریک اخوان المسلمین کے نظام خاص کے صدر ''علی عشماوی'' صاحب اپنی کتاب: ''التاریخ السری'' (ص ۹) پر لکھتے ہیں: ''..وہ تمام بڑے بڑے اعمال جن پر اخوان اپنی تاریخ میں فخر کیا کرتے ہیں ان سب کو ان کے نتائج اور ثمرات سے خالی کیا جا چکا تھا؛ مثلاً جنگ فلسطین جس پر اخوان مسلسل فخر کیا کرتے ہیں اس کا معاملہ یہ ہے کہ انھوں نے اس کے انتہائی قلیل معرکوں ہی میں شرکت کی تھی، پھر شیخ (محمد فرغلی) کی طرف سے معرکوں میں عدم دخول کے احکام صادر ہوگئے اور اس کی دلیل یہ پیش کی گئی کہ یہاں مجاہدین کے صفایا کی سازش رچی جارہی ہے۔

مگر درحقیقت یہ ایک ایسا وجہ جواز تھا جو بنیادی طور پر ایک ایسی طاقت کی طرف سے یہودیوں کی حمایت کے لئے تراشا گیا تھا جسے اگر استعمال کیا گیا ہوتا تو وہ یہودیوں کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوئی ہوتی! مگر (فرغلی صاحب کے) ان احکام کا نفاذ ہوا، اور اخوان جنگ سے کنارہ کش ہوکر اپنی چھاؤنیوں میں بیٹھ رہے یہاں تک کہ فلسطین سے یونہی واپس چلے گئے۔ ان معرکوں میں شرکت نہ کرپانے کی وجہ سے اخوانی نوجوان اس حدتک رنجیدہ اور بھپرے ہوئے تھے کہ انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ شیخ فرغلی نے خیانت کی ہے، اور اب وقت آگیا ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے، اور عملی طور پر وہ ایسا کرلینے کی ٹھان چکے تھے، مگر یہ بات فرغلی صاحب تک پہنچ گئی، اور انھوں نے ان کے ساتھ میٹنگ کر کے حقیقت حال کی شرح کی اور بتادیا کہ یہ احکام قاہرہ کی طرف سے صادر ہوئے تھے اور یہ بھی بتایا کہ اس کے پیچھے کیا اسباب کارفرما تھے۔ انتھی.

مصر میں یہودیوں کی خاصی تعداد بستی تھی، ان کے اپنے محلے تھے، یہاں کے یہودی بڑے متمول اور بھاری تجارتوں کے مالک تھے، اسرائیل کو ان کی اور ان کے سرمایوں کی ضرورت تھی مگر وہ مصر چھوڑ کر اسرائیل جانے پر آمادہ نہیں تھے، اس لئے عالمی صیہونیت

نے اخوانیوں سے ساز باز کر کے یہودیوں کے محلوں میں بم دھماکے کرائے تاکہ وہ خوف زدہ ہوکر اسرائیل چلے جائیں اور اپنا سرمایہ مصر سے کھینچ کر اسرائیل میں لگائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اخوانی مجاہدین نے یہودیوں کے محلے میں بم دھماکے کئے، اسرائیل کے متوقع نتائج سامنے آئے اور مصر کے یہودیوں نے اسرائیل کی طرف ہجرت شروع کردی۔ اور اس طرح پہلے یہودی وزیر اعظم بن غوریون کے اقرار کے مطابق اخوانیوں نے فلسطین میں یہودیوں کی وہ مدد کی جو خود یہودیوں نے نہیں کی۔

مرسی صاحب نے مصر میں کرسی صدارت سنبھالتے ہی اسرائیل کو ایسا محبت نامہ بھیجا کہ خود شمعون پیریز حیرت زدہ رہ گئے۔ اس سے پہلے اخوان المسلمین کے شیخ حسن بنا اور شیخ یوسف قرضاوی دو لیڈروں نے قرآن کریم کی صاف اور صریح آیتوں کی مخالفت کرتے ہوئے برملا کہا کہ یہود سے ہماری دشمنی دینی نہیں ہے بلکہ صرف زمین کے لئے ہے۔ قرضاوی صاحب کو یہودی حاخاموں کی طرف سے تحفے پیش کئے جاتے رہے اور وہ مسکرا مسکرا کر انہیں وصول کرتے رہے، شیخ حسن بنا نے امریکیوں اور برطانویوں کی مشترکہ کمیٹی کے تحت قضیۂ فلسطین کے لئے ہونے والی خفیہ میٹنگوں میں شرکتیں کیں اور اپنا وہی لچکدار موقف پیش کیا جو ان لوگوں کو خوش کردینے والا تھا۔

شاہ عبدالعزیز بانئ موجودہ مملکت سعودی عرب کا خط امریکی صدر ٹرومین کے نام - اسلامی ولاء وبراء کی پاسداری کی ایک جرأتمندانہ اور روشن مثال

کوئی بھی عادل ومنصف شخص اگر شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کا وہ خط پڑھے گا جو انھوں نے امریکی صدر ٹرومین کے جواب میں بھیجا تھا تو اسے حالات کی سنگینیوں کے سامنے ڈھیر ہوجانے والی حسن بنا کی شکست خوردگی کے درمیان - جیسا کہ سید قطب نے اس کا وصف بیان کیا تھا - اور اس دعوت توحید کے درمیان فرق صاف معلوم ہوجائے گا جسے امام ومجدد شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے امام محمد بن سعود رحمہ اللہ کے تعاون سے قائم کیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ امریکی صدر ٹرومین نے ۱۰ رفروری ۱۹۴۸ء کو شاہ عبدالعزیز سے مطالبہ کیا کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کی مشقتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے عرب لیگ کے ذریعہ اپنے اقتدار کا استعمال کریں، تاکہ دونوں ملکوں کے درمیان اقتصادی تعلقات محفوظ رہیں، تب شاہ عبدالعزیز نے ان کے سامنے دینی ثوابت اور مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان پائی جانے والی قرآنی خصومت کی وضاحت کی.. اور انہیں لکھا: ''عالیجناب پریسیڈنٹ ٹرومین صاحب صدر ریاستہائے متحدہ امریکا: مجھے آپ کا مورخہ ۱۰ رفروری کا جاری کردہ خط موصول ہوا، اور اس کے مشمولات میرے علم میں آئے، میں اس بات پر عالیجناب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے لئے میرے لئے محبت اور رواداری کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

میرے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں صاف صاف اور کھل کر کہہ دوں - اور صراحت ہمارے آداب کا وہ حصہ ہے جس کا ہمیں پورا پورا خیال رہتا ہے - کہ جیسے ہی میرے سامنے آپ کا خط پڑھا گیا میں شدید تعجب میں پڑ گیا کہ یہود کے باطل کو حق ثابت کرنے میں آپ کا اہتمام اس قدر بڑھ گیا ہے کہ

مجھ جیسے ایک عربی شاہ کے متعلق بھی غلط گمان کر بیٹھے ہیں جبکہ عربیت اور اسلام کے لئے اس کا اخلاص آپ کو معلوم ہے، پھر بھی آپ اس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے حق کے مقابلے میں صہیونیوں کے باطل کی حمایت کرے.. یہاں تک کہ فرمایا: پتہ نہیں اگر آپ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہوتا تو اس کا اثر آپ کے دل پر کیا پڑتا..

عالیجناب صدر صاحب! مجھے عربوں میں جو یہ باوقار مقام ملا ہے جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں یہ معلوم ہے کہ میں کس قدر پختگی کے ساتھ عربیت اور اسلام کے حقوق کا اہتمام کرتا ہوں۔ تب آپ مجھ سے اس کام کا مطالبہ کس طرح کرتے ہیں جس کام کا کرنا کسی بھی ذمہ دار عربی کے لئے ممکن ہی نہیں ہے؟

فلسطین میں جو معرکہ چھڑا ہوا ہے وہ کوئی گھریلو جنگ نہیں ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بلکہ یہ اس کے قانونی حقدار عربوں اور ان کی مرضی کے خلاف دنیا کے مختلف گوشوں سے آنے والے صہیونی حملہ آوروں کے درمیان اچانک اٹھ کھڑے ہونے والی جنگ ہے جس میں صہیونیوں کو ان ملکوں کا تعاون حاصل ہے جو عالمی امن کی چاہت کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ اس سے کھیلتے رہتے ہیں.. اور تقسیم کی وہ قرارداد جس کی حمایت پر مختلف ملکوں کو اٹھ کھڑے ہونے پر آمادہ کرنے میں سب سے بڑا گناہ آپ ہی کے ملک کا ہے، اسے تمام عرب ملکوں اور ان کے عوام نے ابتدا ہی سے مسترد کر دیا ہے، اور زیادہ تر ان تمام ملکوں نے بھی اسے مسترد کر دیا ہے جو حق کی تائید کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے عرب ان سنگین نتائج کے ذمہ دار نہیں ہیں جن کے متعلق انھوں نے پہلے ہی کمیٹی کو آگاہ کر دیا تھا۔

اس کے بعد فرمایا: اب رہے آپ کے ذکر کردہ وہ اقتصادی مفادات جو ہمارے ملکوں کو دوطرفہ مربوط رکھتے ہیں تو یہ جان لیجئے کہ یہ سب ہماری نگاہوں میں اس سے بہت کمتر ہیں کہ ہم ان کے بدلے عربی فلسطین کا ایک بالشت بھی یہودی مجرموں کے ہاتھ فروخت کر دیں.. اللہ شاہد ہے کہ میں اس بات پر قادر ہوں کہ تیل کے کنوؤں کے متعلق یوں سمجھ لوں کہ گویا وہ کبھی تھے ہی نہیں، یقیناً وہ ایک ایسی نعمت ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لئے ذخیرہ کر رکھا تھا یہاں تک کہ آخری زمانے میں انہیں ظاہر فرمایا ہے'' اس لئے اللہ کی قسم وہ کبھی بھی ان کے لئے نقمت وعذاب کا سبب ہرگز نہ ہوں گے.. میں نے تو بار بار کھل کر یہ کہا ہے کہ میں اور میری سب اولادیں اس بات کے لئے مستعد ہیں کہ فلسطین کی راہ میں جہاد کرنے نکل پڑیں، تاکہ وہاں یہودیوں کی حکومت قائم ہونے سے روک دیں یا مر جائیں، تو یہ کیسے معقول ہوگا کہ پٹرول سے مادی منفعت کا حصول میرے اور میری اولاد کے دلوں میں زیادہ عزیز ہوگا.. بیشک جس قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور جس پر ہم جیتے اور مرتے ہیں اس نے یہودیوں پر ایسے ہی لعنت بھیجی ہے جیسے کہ تورات اور انجیل نے ان پر لعنت بھیجی ہے، اور یہی چیز ہم پر اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ہم جان و مال سب کچھ نچھاور کر کے اس ارض مقدس کو یہودیوں کی زیادتیوں سے محفوظ رکھیں۔ اس سلسلے میں ہماری جانب سے کوئی مال ومنال ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا، جب امریکی کرسچنوں کے دینی عقیدے میں اس حد تک بوداپن

اور کمزوری پیدا ہو چلی ہے کہ وہ یہودیوں سے ارض مقدس کو نجس اور آلودہ کرانے پر آمادہ ہو گئے ہیں تو وہ یہ جان لیں کہ ہمارے دل ابھی تک اس ایمان سے معمور ہیں جو ہمیں ایسا ہرگز نہیں کرنے دے گا بلکہ اس عمل کے سامنے رکاوٹ بن کر کھڑا ہو جائے گا.. یقینا ہمارے صیہونی دشمنوں کی طرف آپ کا کھلا جھکاؤ اور عربوں کے متعلق آپ کی حکومت کا مخاصمانہ رویہ ہمیں اس بات پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے کہ ہمارے ملکوں کے درمیان جو رشتۂ الفت قائم ہے اسے منقطع کر دیں، امریکی کمپنیوں کے ساتھ جو معاہدے ہوئے ہیں انہیں فسخ کر دیں اور جو امتیازات ہم نے انہیں عطا کر رکھے ہیں وہ ختم کر دیں، مگر ہم نے اس طرح کی کارروائیوں کا اقدام اس لئے نہیں کیا کہ شاید ریاستہائے متحدہ کی حکومت اپنا جائزہ لیکر قضیۂ فلسطین سے متعلق اپنا رویہ درست کر لے، اور واضح باطل کی تائید سے رخ موڑ کر واضح حق کی تائید کی طرف آ جائے، ہم نے یہ کام نہ کسی کمزوری کی وجہ سے کیا ہے، نہ اس ڈر سے کیا ہے کہ ہمارے ملکوں کے اقتصادی مفادات موقوف ہو جائیں گے، کیونکہ ہم عرب لوگ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ حق کی فتح حق کے ذریعہ ہو، ہم اپنے دشمن صہیونیوں کی طرح یہ نہیں کرتے کہ حکومتوں اور عالمی تنظیموں کی تائید وحمایت رشوتوں، اور اقتصادی کمزوری اور انتخابات میں اپنے ووٹوں سے محروم کرنے کی دھمکی سے اور اسی طرح کی چیزوں سے حاصل کریں..

البتہ جب ہمیں یقین ہوگا کہ وقار حق مجروح کر دیا جائے گا تو ہمیں اس ذریعے سے اس کی حفاظت میں کوئی تردد نہ ہوگا جسے ہم دیگر وسائل میں قابل ترجیح سمجھیں گے، بالخصوص جب عرب ممالک کی انجمن اس کا فیصلہ کر دے جس کے ان تمام فیصلوں کی ہم پابندی کرتے ہیں جن سے عربوں کے وجود اور ان کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہو..

اس چیز سے مجھے خوشی ہے کہ آپ کو اس بات کا یقین دلا دوں کہ جو امریکی مہمان ہمارے ملکوں میں قیام پذیر ہیں انہیں اس وقت تک کوئی تکلیف نہیں ہونے پائے گی جب تک وہ ہماری سرزمین میں ہوں گے، ہاں جب معاملہ سنجیدگی کے انتہائی موڑ پر آ جائے گا تو زیادہ سے زیادہ اتنا ہو سکتا ہے کہ ہم ان کے ملکوں سے ان کی دوری اور پردیس کی مدت کو مختصر کر دیں اور پوری عزت اور حقوق کی پاسداری کے ساتھ صحیح سالم انہیں ان کے ملکوں کی طرف کوچ کرا دیں۔ اور آخر میں ہم جناب والا کو یہ یاد دلا دیں کہ وہ سامان جس کی وجہ سے ہمارے درمیان تعلقات استوار ہوئے تھے وہ ان سرمایوں میں سے ہے جس کے طلبگار تو بہت ہیں مگر انہیں عالمی منڈیوں میں پیش کرنے والے کم ہیں۔ ہمارے آداب اور نیک خواہشات قبول فرمائیں۔

عبدالعزیز آل سعود (شاہ مملکت سعودی عرب)۔ شاہی محل ریاض ۱۰/ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ (جریدۃ الجزیرۃ السعودیۃ. جمعہ ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ شمارہ: ۱۰۱۵۱)

سعودیہ کا موقف آج بھی غیر متزلزل ہے اس نے کسی کے ساتھ قوم وملت کا سودا نہیں کیا ہے، کسی سے معاہدہ کرتے وقت اس نے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھا ہے اور اسلامی اصولوں سے انحراف کبھی نہیں کیا ہے البتہ اخوانی اور صوفی تحریکوں اور تنظیموں نے ہمیشہ نئے نئے چولے بدلے اور اپنے

مفادات کو اسلام اور مسلمانوں کے مفادات اور مصلحتوں پر مقدم رکھا خود حماس کا رویہ ہمیشہ مذبذب رہا ہے، حتی کہ وہ اپنے دستور کی دفعہ سے اس اہم مضمون کو نکال دینے پر آمادہ ہے کہ وہ عالمی تحریک اخوان المسلمین کی ایک شاخ ہے، جبکہ یہ اخوانی تنظیم ہمیشہ فلسطین کے لئے ایک بڑی مصیبت بنی رہی ہے، اور اسے خود یہ پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ کرے کیا اور کیسے کرے اور خود اس کا ارادہ کیا ہے..

وہ غاصب کے خلاف مزاحمت کرے یا اسے ترک کر کے دوسرا راستہ اپنائے؟ وہ بیک وقت مزاحمت کا بھی نعرہ دے اور سیاست بھی کرے.. یا ایک کا انتخاب کر کے دوسرے کو ترک کردے؟ جب یہ لوگ عالم سیاست میں داخل ہوئے تو کہا: ''اقتدار کے ساتھ مزاحمت ہی اسٹریٹیجک اختیار ہے'' قاہرہ میں ۸/۲/۲۰۰۶ء کو صحافیوں کی یونین میں خالد مشعل نے اسی کی صراحت کی تھی، انھوں نے کہا تھا: ''حماس ابھی تک مزاحمت کے لئے پر عزم ہے کیونکہ مزاحمت ہی اس کا اسٹراٹیجک اختیار ہے.. حماس نہ بدلی ہے نہ تبدیل ہوئی ہے، بلکہ اس نے اپنے پروگرام میں ایک نیا اضافہ کیا ہے۔ اور مزاحمت کے میدان میں اسرائیل حماس کا ارادہ توڑنے میں ناکام رہ چکا ہے، اسی طرح وہ سیاست اور اقتدار کے میدان میں بھی حماس کا ارادہ توڑنے میں عاجز رہے گا، حماس سیاست، اقتدار اور مزاحمت کو اکٹھا کرے گی''۔

کیا واقعی حماس مزاحمت اور سیاست کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے؟

آخر وہ کون سی مزاحمت چاہتی ہے، اور کس سیاست میں اسے کامیابی ملی ہے؟

بالآخر حماس نے مزاحمت کا میدان چھوڑ ہی دیا جو کچھ یہودی بستیوں پر چند راکٹ چھوڑنے تک محدود تھی جس کا کوئی فائدہ تھا نہ اس سے کوئی مقصد حاصل ہوتا تھا.. اس کے علاوہ جنازے لے جاتے وقت ہوائی فائرنگ ان کی مزاحمت کا ایک دوسرا بڑا مظاہرہ ہوتا تھا.. اور کچھ بچوں کو خودکش کارروائیوں کے لئے بھیجا جاتا تھا جن کے نتائج اسرائیلی چوکسی اور احتیاط کے سامنے معروف تھے، اور پھر اس کے نتیجے میں ضفہ اور قطاع پر جو تباہی مچائی جاتی تھی وہ بھی معروف ہے.. حکومت کی کرسی تک پہنچنے اور سیاسی برابری کے گوشوں پر قابض ہونے کے لئے اس نے پالیمانی انتخاب کے راستے سے سیاسی نہج اپنایا.. پھر جب تحریک حماس کو اپنا سیاسی مقصد حاصل ہوگیا تو شروع شروع میں اس نے اسرائیل کے ساتھ تعامل کو مسترد کردیا تھا.. اس طرح ان تمام بین الاقوامی معاہدوں کو بھی اس نے مسترد کردیا تھا جن پر اس سے قبل منظمۃ التحریر (PLO) نے یہود کے ساتھ دستخط کئے تھے.. عربی امن اقدام کو بھی مسترد کردیا.. نہ کوئی گفتگو ہوگی نہ بین الاقوامی تعلقات۔ گویا وہ اسرائیل کے ساتھ تعامل میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرنے والے ہیں جو تصور سے پرے ہوگی...

پھر یہ ہوا کہ حماس نے مکمل طور پر اقتدار پر قبضہ جمانے کا فیصلہ کیا اور دردناک نتائج سامنے آئے جن میں سب سے پہلا یہی تھا کہ وہ فلسطینی قوم جس کے بیشتر افراد بین الاقوامی اور عربی امداد پر گزارہ کرتے تھے ایک انتہائی افسوسناک حصار کا شکار ہوگئی، اور دنیا کے بیشتر ملکوں نے حماس کے ساتھ تعامل سے انکار کردیا..

اور اب معرکہ آرائی اسرائیل کے ساتھ ہونے کی بجائے فتح وحماس کے داخلی معرکوں میں تبدیلی ہوگئی.. اور فلسطینی خون کی حرمت کی پاسداری پر مضبوط ترین پیمان، مصحف پر قسم کھانے اور خانۂ کعبہ میں نماز پڑھ کر عہد کرنے کے باوجود حماس منتظر غلطی کا شکار ہوگئی.. اس نے کوتاہ حسابوں پر عاجلانہ اقدام کیا، اور فلسطینی اقتدار کے صدر کے تابع نظم ونسق اور امن کے لئے کام کرنے والے جتھوں میں سے ایک جتھے سے خود اپنا قصاص لینے اٹھ کھڑی ہوئی.. ایک خونریز سفاکانہ معرکہ انھوں نے کھڑا کیا جس میں معدودے چند دنوں میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کو بغیر کسی قانون اور عدالت کے ماردیا، ان پر خیانت اور ایجنٹ ہونے اور صہیوامریکی منصوبے کے ساتھ تعاون اور تحریک اور اس کے کارکنوں کی ایذا رسانی کے لئے کام کرنے کا الزام لگایا گیا.. اور تصادم کی تاریخ میں پہلی بار خود فلسطینیوں کے ہاتھوں غزہ حکومت اور نظم ونسق میں ضفہ سے الگ ہوگیا.. اور ٹھیک یہی چیز تھی جس سے علامہ مقبل بن ہادی وادعی رحمہ اللہ ڈرایا کرتے تھے، فرماتے تھے: ''تحریک (حماس) کبھی بھی اسلام کی مددگار نہیں ہوگی، اس میں شیعہ اور گروہ باز (حزبی) اخوانی ہیں، جماعت حماس سراسر گروہی عصبیت والی جماعت ہے، نہ امر بالمعروف کرتی ہے نہ نہی عن المنکر، اہل سنت (ہی) پر نکیر کرتی ہے.. اور اگر کوئی فتح حاصل بھی ہوئی تو یہ وہی کریں گے جو انھوں نے افغانستان میں کیا تھا، خود ایک دوسرے پر توپیں اور گنیں چلائیں گے؛ کیونکہ وہ دلی اعتبار سے ایک نہیں ہیں'' (دیکھئے: تحفۃ المجیب)

خالد مشعل نے مرشد عام محمد عاکف کو جو خط بھیجا تھا اس میں انھوں نے خود اعتراف کیا تھا کہ حماس نے فلسطین میں جو قتل عام مچایا تھا وہ حقیقت میں ایک دردناک معاملہ تھا، انھوں نے کہا تھا: ''حماس نے قطاع غزہ میں جو کچھ کیا وہ حماس کے لئے بھی دردناک تھا اور پوری فلسطینی قوم کے لئے بھی دردناک تھا، مگر غزہ میں انتخابات میں حماس کی کامیابی کے بعد قانون اور استحقاق کے خلاف بعض گوشوں کی طرف سے جو جارحانہ کارروائیاں کی گئی تھیں یہ ان کا حتمی نتیجہ تھا'' (اخوان اون لائن: ۱/۷/۲۰۰۷ء)

قطاع میں ہونے والے سانحے پر خالد مشعل کے اظہار دکھ کے برخلاف حماس کے ایک بڑے جتھے نے خوشی اور سرور کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا:

''فتح غزہ فتح مکہ کی طرح ہے'' اور وہ سب ایجنٹ اور خائن لوگ تھے۔

(یہ ہے بلند آہنگ اخوانیوں کا فکری عمق اور بلند پروازی! یہ چھوٹی سی دنیا پا کر خود کو عالم کا بادشاہ سمجھنے لگتے ہیں، ان کو اپنا ہر گناہ عین ثواب اور ہر فساد اعلائے کلمۃ اللہ نظر آتا ہے)۔

نقراشی پاشا کے قتل کے موقع پر بھی یہی ہوا تھا (جس کے قتل کے ذمہ دار بھی اخوانی ہی تھے.. اخوانیوں کا ایک ٹولہ اسے کتوں میں سے ایک کتا قرار دے رہا تھا.. جبکہ دوسرا گروہ اسے مخلص وطن دوست ٹھہرا رہا تھا.. ایک سوال جو یقینی طور پر خود کھڑا ہوا اٹھتا ہے.. وہ یہ ہے کہ جب فلسطین میں رونما ہونے والا وہ قتل عام واقعی ایک دردناک سانحہ تھا اور دین وشریعت کے مخالف تھا، تو پھر خالد مشعل نے اس کے انجام دینے کا حکم ہی کیوں صادر

فرمایا تھا.. اور انھوں نے بھرے مجمع میں کیوں نہیں اس سے اظہار براءت کیا.. صرف مرشد عام کو ایک خط بھیجنے تک کیوں محدود رہے تھے؟

تحریک حماس کی سیاسی آفس کے صدر- جو ایران اور سیریا کے درمیان جمے ہوئے تھے- ان خساروں کا اندازہ لگانا بھول گئے تھے جن کا سامنا ان کی تحریک کو اس انقلاب کے بعد کرنا ہوگا.. اس حرکت نے تحریک حماس کو سیاسی عمل سے باہر نکال پھینکا، اور انہیں ایک بڑے قید خانے میں ڈال دیا تھا جس سے وہ نکل نہیں سکتے تھے، فلسطین کے دو ٹکڑے ہوگئے، اور اخوان تحریک زشت رو ہوگئی.. اس کا شمار خون چوسنے والوں میں ہونے لگا جو جڑ سے مٹا دینے والی زبان بولتے ہیں، اور حکومت تک پہنچنے کے لئے جمہوریت سے کھیلتے رہتے ہیں! اقتدار سے پہلے کہتے ہیں: جن امور میں ہم متفق ہیں ان میں باہمی طور پر تعاون کریں اور جن میں ہمارا اختلاف ہے ان میں ایک دوسرے کو معذور گردانیں''.. اور اقتدار کے بعد کہتے ہیں: ''جن میں ہمارا اختلاف ہیں ہم ان میں ایک دوسرے کا قیمہ بنا کر چھوڑیں گے''!

جن اذیتوں کی یہ بات کرتے ہیں اگر انھوں نے ان پر صبر کیا ہوتا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھی ہوتی تو یہ ان کے لئے اس جلد بازی اور بربریت سے بہتر ہوتا جن کا راستہ انھوں نے اپنایا.. اگر انھوں نے ان لوگوں کو عدالت کے سامنے پیش کرکے ان پر کیس چلایا ہوتا، تو تمام حقوق اور ضابطوں کو پامال کرتے ہوئے انہیں گھروں اور سڑکوں پر قتل کرنے سے بہتر اور بہت اچھا کام ہوتا..

اس معرکے نے انہیں ایک ایسے مسدود راستے تک پہنچا دیا جس میں زخموں کا مندمل ہونا بہت دشوار تھا.. اور جب وہ اس حد تک پہنچ گئے.. تو پھر دیکھیں کہ مزاحمت کا نعرہ لگانے والے ان سورماؤں نے کیا حل پیش کیا جو سیاسی طور پر دشمن اسرائیل کے ساتھ تعامل کرنے والے تمام لوگوں کو خیانت اور آلۂ کاری سے متہم کیا کرتے تھے؟

جواب: تنازلات پر تنازلات کرنے لگے..

ان لوگوں نے ان سارے سابقہ بین الاقوامی معاہدوں کو تسلیم کرلیا جنھیں منظمۃ التحریر (PLO) نے انجام دیا تھا، اسی کے ضمن میں معاہدۂ ''اوسلو'' بھی تھا جس پر دستخط کرنے والوں کو اس سے قبل یہ لوگ اس دلیل سے خیانت کے ساتھ متہم کیا کرتے تھے کہ اس سے اس قضیہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا.. انھوں نے مجلس امن کی ۲۴۲ اور ۳۳۸ والی قراردادوں کو بھی تسلیم کرلیا اسی طرح عرب امن اقدام سے بھی متفق ہوگئے.. اور یہ بھی قبول کرلیا کہ مزاحمت ترک کردیں گے، جبکہ وہ ان کا اسٹراٹیجک اختیار وانتخاب تھا، اور یہود کے ساتھ ایک لمبے صلح کی پیش کش کی، تاکہ فقط حماس اور اخوان کے زمانے میں عالم اسلام ایک طرح کے استقرار اور سکون سے بہرہ اندوز رہے.. اسی طرح یہ بھی قبول کرلیا کہ سیاسی نظام کامل طور پر منظمۃ التحریر کے لئے چھوڑ دیں، اور خود فقط سول امور دیکھیں جن کا تعلق اقتصاد، تجارت، صحت، کسٹم اور ٹیکس سے ہے.. الخ اور آخر میں یہ بات ان کی سمجھ میں آئی کہ اسرائیل ان کے ساتھ سیاسی ایجنڈوں پر تعاون ہرگز قبول نہیں کرے گا، اور فلسطینی وزیر اعظم استاد اسماعیل ھنیہ نے فرانسی اخبار لووی گارو سے گفتگو کرتے وقت

یقین دلایا کہ وہ غزہ اور مغربی ضفہ میں ایک فلسطینی ریاست کے قیام کی تائید کریں گے جس کی راجدھانی قدس ہوگا، انھوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ فلسطینی منظمۃ التحریر (PLO) ہی اس سلسلے میں گفتگو کی ذمہ دار رہے گی۔

(ان شاء اللہ جاری ہے)

❖ ❖ ❖

ہمارے ملکی حالات اور ان کے تقاضے

سرکاری سطح پر ملک کی ترقی کے بلند بانگ دعووں کے باوجود ملک بڑی تیزی سے تنزلی کی طرف جارہا ہے، اقتصادی طور پر جتنا زبردست مار جھیل رہی ہے، کاروبار کا حال آئے دن خراب ہی ہوتا جارہا ہے، مہنگائی آسمان چھو رہی ہے، نت نئے قوانین پر احتجاجوں اور مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے، نظم ونسق کی صورت حال بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے، لا قانونیت زوروں پر ہے، فسادات کا تناسب بھی بڑھتا جارہا ہے، ملک کی اقلیتوں اور کمزوروں کو دہشت زدہ کرنے کے نئے نئے طریقے سامنے آرہے ہیں، بالخصوص جب سے یہ حکومت آئی ہے مسلمانوں کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ ذہنی اور نفسیاتی اذیتوں کا سامنا رہا ہے، اور اب جسمانی طور پر بھی ان کو تشدد کا نشانا بنانے کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے، ہر طرف اشتعال انگیزی ہورہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ملک میں کوئی بہت بڑا گیم چل رہا ہے جس کے لئے پبلک کو ان امور میں الجھائے رکھنا ضروری ہو اور کام کرنے والے اپنا کام کرتے رہیں، حکومت ملک میں مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد کی روک تھام کے لئے قطعی سنجیدہ نظر نہیں آرہی ہے، جب بہت دباؤ پڑنے لگتا ہے تو اس کے وزراء چند مگرمچھی بیان دے کر خاموش ہوجاتے ہیں اور فرقہ پرستوں کے حوصلے بڑھتے جارہے ہیں، ملک کی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو بگاڑنے کی کوششیں مسلسل ہورہی ہیں، شکر ہے کہ مسلمان اب پہلے سے بہت زیادہ سمجھدار اور بردبار ہوچکا ہے اور فرقہ پرستوں کے جال میں آسانی سے پھنسنے والا نہیں ہے، مگر یہ وقت خاموش بیٹھنے کا بھی نہیں ہے، اس مذموم سلسلے کو روکنے کے لئے اسے متحد ہوکر قانونی اور جمہوری طریقوں سے متحرک ہونے اور رہنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور ملک کے سنجیدہ اور سیکولر طبقے کو ساتھ لے کر اسے فرقہ پرستوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے آگے آنا چاہیے کیونکہ یہ وقت کا اہم تقاضا ہے، بیان بازی اور گرم گفتاری کی بجائے سنجیدہ اور ٹھوس اقدامات کی اشد ضرورت ہے جس میں ایک اہم کام پبلک کو بیدار کرنا اور اسے فرقہ وارانہ یکجہتی اور امن اور ترقی کے لئے اس کی اہمیت سمجھانا بھی ہے، مگر اس کے لئے مضبوط ذرائع ابلاغ کی ضرورت ہے جو فی الحال مسلمانوں کے پاس نہیں ہے، اس لئے اس جانب خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت مسلمانوں کا کوئی متحدہ پلیٹ فارم سرگرم نظر نہیں آرہا ہے جو کافی حیرت انگیز ہے۔ اس طرف جلد توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔ مسلمانوں کو یہ بات بھی کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ان پر آنے والی مصیبتیں اور مشقتیں اور اغیار کا تسلط اکثر معصیتوں اور نافرمانیوں کا نتیجہ ہوا کرتا ہے، اس لئے انہیں رجوع إلی اللہ اور اعمال صالحہ کی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

❖ ❖ ❖

ایمانیات

[۴]

قرآن وسنت کے نصوص میں نور وظلمات

ابو عبد اللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

(۱۳) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے ضائع اور رائیگاں ہونے کے سلسلہ میں دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ارشاد ہے:

{وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ}(سورۃ النور:۳۹-۴۰)۔

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا' ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اللہ بہت جلد حساب کردینے والا ہے۔ یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو' پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں، الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے درپے ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی قریب ہے کہ نہ دیکھ سکے، اور (بات یہ ہے کہ) جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

چنانچہ پہلی مثال اللہ عزوجل نے ان کافروں کے اعمال کے لئے بیان فرمائی ہے جنہوں نے اللہ کی توحید کا انکار کیا اور قران اور اس کی لائی ہوئی باتوں کی تکذیب کی، ان کے کئے ہوئے اعمال کی مثال اس چمکتے ہوئے ریت کی سی ہے جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص (دور سے) پانی سمجھتا ہے اور جب اپنی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں وہاں پہنچتا ہے تو اس ریت کو کچھ نہیں پاتا ہے، (بعینہ) اسی طرح اللہ کا کفر کرنے والے بھی اپنے کئے ہوئے اعمال کے سلسلہ میں دھوکے (خوش فہمی) میں مبتلا ہیں سوچتے ہیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ کے یہاں اس کے عذاب سے نجات دلائیں گے، جیسا کہ پیاسا شخص سراب (چمکتی ریت) کو پانی سمجھتا ہے، تو اس کا گمان اس کی پیاس بجھا کر اسے سیراب کردے گا یہاں تک کہ جب وہ ہلاک ہوگا اور اپنے اس عمل کا ضرورتمند ہوگا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اسے اللہ کے نزدیک نفع پہنچائے گا تو اسے کچھ بھی نفع بخش نہ پائے گا کیونکہ اس نے یہ عمل اللہ کے ساتھ کفر کی حالت میں انجام دیا تھا اور یہ کافر اپنی ہلاکت (موت) کے وقت اللہ کو گھات میں پائے گا، تو وہ اسے اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ قیامت کے روز

دے گا اور اسے ان اعمال کی وہ جزا دے گا جس کا اللہ کی جانب سے وہ مستحق ہوگا۔

دوسری مثال (بھی) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے بطلان کے بارے میں بیان فرمائی ہے کہ (ان کے اعمال) کی مثال اتھاہ پانی والے گہرے سمندر کی تاریکیوں کے مانند ہے جس کے اوپر موج ہو اور اس موج کے اوپر دوسری موج ہو جو اسے ڈھانپے ہوئے ہو اور اس دوسری موج کے اوپر بادل ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو کافروں کے اعمال کی مثال اور نہایت گہرے سمندر کو کافروں کے دل کی مثال قرار دیا ہے کہ جن کے عمل کی مثال اندھیروں کی طرح ہے جسے اللہ کے بارے میں لاعلمی و جہالت گھیرے ہوئے ہو، کیونکہ اللہ نے اس کے دل پر مہر لگادی ہے، لہٰذا وہ اللہ کے بارے میں سمجھ نہیں سکتا اور اس کے کان پر مہر لگادی ہے لہٰذا وہ اللہ کے مواعظ سن نہیں سکتا، اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے لہٰذا وہ اللہ کے حق کا مشاہدہ نہیں کرسکتا، چنانچہ یہ تمام چیزیں تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں۔ (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۹۵ تا ۱۹۹، وامثال القرآن لابن القیم، ص ۲۲، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۲۸۶)

یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کی طرح ہے جس میں اللہ نے فرمایا:

{اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ}۔ (سورۃ الجاثیہ: ۲۳)

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے، تو کیا یہ نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''چنانچہ کافروں کے دلوں پر تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں، اس طبیعت کی تاریکی جس میں کوئی بھلائی نہیں اور اس پر کفر کی تاریکی اور اس کے اوپر جہالت کی تاریکی اور اس کے اوپر مذکورہ ساری چیزوں سے سرزد ہونے والے اعمال کی تاریکی، لہٰذا وہ اندھیرے میں حیران و پریشان پڑے ہیں، اپنی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور صراط مستقیم سے پیچھے ہٹ رہے ہیں نیز ضلالت کی راہوں میں بھٹک رہے ہیں' اور یہ (سب) اس لئے کہ اللہ عزوجل نے انہیں اپنے نور سے محروم کرکے یونہی ذلیل و نامراد چھوڑ دیا ہے''۔ (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۹)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے {**اللہ نور السماوات والأرض**} سے {**ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور**} تک تمام آیات کی تفسیر کرنے کے بعد بڑی عمدہ بات ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

''غور کریں کہ یہ آیتیں کس طرح بنی آدم کے تمام طبقوں پر بڑے ہی منظم اور کامل واکمل انداز میں مشتمل اور محیط ہیں، کیونکہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اہل ہدایت وبصیرت جنھوں نے جانا کہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی جانب سے جو کچھ لیکر آئے ہیں حق اسی میں ہے اور یہ کہ اس کے خلاف تمام چیزیں وہ شبہات ہیں جو عقل وسماعت میں کم فہم لوگوں پر مشتبہ ہوتے ہیں۔۔۔ یہی ہدایت اور دین حق سے سرفراز مند نفع بخش علم اور نیک عمل والے لوگ ہیں۔

۲۔ اہل جہالت اور ظلم، ان کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وہ لوگ جو اس زعم وگمان میں ہیں کہ وہ علم وہدایت پر ہیں، حالانکہ وہ جہل مرکب والے لوگ ہیں جو حق سے لاعلم اور نا آشنا ہیں اور حق واہل حق سے دشمنی اور باطل و اہل باطل کی نصرت ومحبت پر تلے ہوئے ہیں، نیز یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز (منہج) پر ہیں!!!

{ألا إنهم هم الكاذبون}۔

سن لو! بیشک یہی جھوٹے لوگ ہیں۔

(ب) تاریکیوں والے لوگ، یہ جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں، اس طور پر کہ جہالت نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، یہ مویشیوں کی طرح یا ان سے بھی (زیادہ) گمراہ ہیں، چنانچہ ان کی بے بصیرتی اور جہالت پر کئے ہوئے اعمال کی مثال تاریکیوں کی طرح ہے، جہالت کی تاریکی، کفر کی تاریکی، ظلم اور خواہش نفس کی اتباع کی تاریکی، شک وشبہ کی تاریکی اور حق سے اعراض کی تاریکی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور دین حق دیکر محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس سے اعراض کرنے والا پانچ قسم کی تاریکیوں میں گھرا ہوتا ہے، اس کی گفتگو تاریک ہوتی ہے، اس کا عمل تاریک ہوتا ہے، اس کا مدخل تاریک ہوتا ہے، اس کا مخرج تاریک ہوتا ہے اور اس کا انجام کار تاریک ہوتا ہے، چنانچہ اس کا دل سیاہ ہے، اس کا چہرہ سیاہ ہے، اس کی بات سیاہ ہے اور اس کی حالت سیاہ ہے۔ (دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/ ۵۳ تا ۵۸)

پھر آپ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

جو ہدایت دیکر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ جنہوں نے اس ہدایت کو ظاہری و باطنی طور پر قبول کیا، یہ دو قسم کے لوگ ہیں:

پہلی قسم: اہل فقہ وفہم اور اہل تعلیم، یہ وہ ائمہ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب سے اللہ کے مراد ومقصود کو سمجھا اور اسے امت تک پہنچایا، اور اسی کتاب کے اسرار ورموز اور خزانے نکالے، تو ان کی مثال اس پاکیزہ زمین کی طرح ہے جو پانی جذب کر لے اور خوب خشک وتر گھاس اگائے، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور ان کے مویشی اس میں چریں اور لوگ اس گھاس کو غذا، دوا اور اپنی مصلحت کی تمام چیزوں میں استعمال کریں۔

دوسری قسم: جنہوں نے اسے یاد کیا اور اس کے الفاظ امت تک پہنچائے، چنانچہ انھوں نے ان کے لئے نصوص تو محفوظ کر لئے لیکن وہ شارع کے مقصود میں اہل فقہ واستنباط نہیں ہیں بلکہ سنی ہوئی چیزوں کو یاد کرنے اور انہیں ادا کرنے (پہنچانے) والے لوگ ہیں، ان کی مثال اس زمین کی سی ہے جو لوگوں کے لئے پانی روکے رکھے اور لوگ وہاں آکر اس سے سیراب ہوں، اپنے جانوروں کو سیراب کریں اور اس سے کاشت کریں۔

۲۔ جنہوں نے اسے ظاہری و باطنی طور پر ٹھکرا دیا اور اس کا کفر کیا اور اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جنہوں نے اسے جانا اور اس کی صحت وصداقت اور حقانیت کا یقین کیا، لیکن حسد، کبر وغرور، سرداری اور بادشاہت کی محبت اور قوم کی سربرآوردگی نے انہیں اس کے انکار اور علم ویقین کے بعد اسے ٹھکرانے پر آمادہ کر دیا۔

دوسری قسم: اس (مذکورہ قسم والوں) کے متبعین وپیروکار لوگوں کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار اور بڑے لوگ ہیں وہ جو کچھ مانتے یا ٹھکراتے ہیں اس میں وہ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں، وہ ہمارے لئے اسوہ ہیں، ہم اپنی ذات کی فکر کر کے

ان سے اعراض نہیں کر سکتے، اگر وہ حق ہوتا تو وہ اس کی پیروی اور اس کی قبولیت کے ہم سے زیادہ لائق و مستحق ہوتے، ایسے لوگ چوپایوں اور جانوروں کے مثل ہیں، ان کا چرواہا انہیں ہانک کر جہاں بھی لے جاتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ (اللہ عزوجل نے جو ان کا وصف بیان کیا ہے، اس کے لئے ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ: ۱۶۶، ۱۶۷، سورۃ الاحزاب: ۶۶، ۶۷، سورۃ غافر (المومن): ۴۷، ۴۸، سورۃ ص: ۵۷ تا ۶۱)

۳۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کو ظاہری طور پر قبول کیا، لیکن باطنی طور پر اس کا کفر وانکار کیا، ایسے لوگ منافق ہیں، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس نے دیکھا پھر اندیکھی کی، جانا اور پھر نادانی کی، اقرار کیا پھر انکار کیا، ایمان لایا پھر کفر کیا، یہ منافقین کے رؤوسا' ان کے سردار اور سربرآوردہ لوگ ہیں، ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ روشن کرے اور پھر اس کے بعد تیرگی کا شکار ہو جائے۔

دوسری قسم: کم بصیرت لوگ جن کی نگاہوں کو بجلی کی چمک نے کمزور کر دیا ہے' اندیشہ ہے کہ بصیرت کی کمزوری اور بجلی کی قوت کے سبب بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے جائے (مکمل بے نور کر دے)، گرج کی آواز نے ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے چنانچہ یہ گرج کی تیز آوازوں کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں، بنابریں وہ قرآن کی سماعت اور ایمان سے قریب نہیں آتے بلکہ اس سے دور بھاگتے ہیں، ان کی حالت اس شخص کی طرح ہے جو سخت گرج اور کڑک سنتا ہے تو ڈر کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتا ہے۔

۴۔ جو اپنی قوم میں اپنا ایمان چھپاتے ہیں' انہیں ان کے سامنے ظاہر کرنے کی قوت نہیں ہے، ایسے لوگوں میں سے آل فرعون کا مومن ہے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، اسی طرح ان میں سے وہ نجاشی بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے جس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، کیونکہ وہ حبشہ کے نصرانیوں (عیسائیوں) کا بادشاہ تھا اور خفیہ طور پر مومن تھا، اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے لوگ۔ (دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ لابن القیم، ۲/ ۲۷ تا ۶۷، قدرے تصرف کے ساتھ)

(۱۴) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰۗىِٕكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا} (سورۃ الاحزاب: ۴۳)

وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لئے دعاء رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرتا ہے اور تمہاری مدح وستائش کرتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں اور اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمت' تمہاری مدح وثنا اور فرشتوں کی دعاؤں کے سبب تمہیں جہالت' گمراہی' کفر اور گناہ ومعاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت' ایمان' یقین اور علم وعمل کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔ (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲/ ۲۸۰، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۴۴۶، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۱۴)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کا معنیٰ ہدایت پر ثابت قدمی اور استقامت ہے کیونکہ خطاب کے وقت وہ ہدایت پر ہی تھے"۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۴/ ۱۹۳)

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

اللہ تعالیٰ کی صفت علو (بلند ہونے) کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت (اہل حدیث) اوران کے مخالفین کے اقوال

اول: اہل سنت والجماعت (اہل حدیث) اور ان کی موافقت کرنے والوں کے اقوال

اہل سنت والجماعت (اہل حدیث) اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات سے بلند اوران سب کے اوپر ہے جس کی تعبیر علو باری تعالیٰ سے کی جاتی ہے، نیز وہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے جو آسمانوں کے اوپر ہے، اور وہ اپنی مخلوق سے جدا ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے۔ اثبات علو کے عقیدے میں عام صفاتیوں نے ان کی موافقت کی ہے مثلاً محمد عبداللہ بن سعید بن کلاب اور ان کے متبعین، ابوالعباس قلانسی اور ابوالحسن اشعری اوران کے اصحاب متقدمین اس مسئلے میں اہل سنت والجماعت (اہل حدیث) کے ہمنوا ہیں۔

کرامیہ اور متقدم شیعہ امامیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔[1]

[1] (دیکھئے: مجموع الفتاوی (۲/۲۹۷)، اورنقض تأسیس الجہمیۃ: ۱/۷،۱۲،۲/۱۴)

اہل سنت والجماعت نے صفت علو کے اثبات میں قرآن، سنت، اجماع، عقل اور فطرت سے استدلال کیا ہے۔

کتاب وسنت، سلف امت کے اجماع، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین کے بہت سارے اقوال ہم اثبات علو کے سلسلے میں پیش کر چکے ہیں۔ اب یہاں دلیل عقل وفطرت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

- دلائل عقلیہ بہت سارے ہیں، ان میں سے صرف تین یہاں پیش کئے جارہے ہیں:

- **دلیل اول:**

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ جہمی اپنے اس قول میں کہ (اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے اور کسی جگہ کو چھوڑ کسی خاص جگہ پر نہیں) اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے والا ہے تو آپ اس سے پوچھیں: کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ تھا اور کوئی چیز نہیں تھی؟ تو وہ جواب دے گا: ہاں۔

تب آپ اس سے کہیں: جب اس نے مخلوق کو پیدا کیا تو کیا اسے اپنی ذات میں کیا، یا اپنی ذات سے باہر پیدا کیا ہے؟

تو وہ تین ہی باتوں کی طرف جائے گا:

۱۔ اگر وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی ذات میں پیدا کیا ہے، تو وہ اس زعم کی وجہ سے کافر ہوجائے گا کہ اس نے جن

وشیاطین اور ابلیس کو اپنی ذات میں پیدا کیا ہے۔

۲۔ اور اگر یہ کہے کہ اس نے انہیں اپنی ذات کے باہر پیدا کیا پھر ان میں داخل ہو گیا تو یہ بھی کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ویران جگہ، گندی جگہ اور ردی جگہ پر ہے۔

۳۔ اور اگر وہ یہ کہتا ہے کہ: اس نے انہیں اپنی ذات کے باہر پیدا کیا پھر ان میں داخل نہیں ہوا تو وہ اپنی سب باتوں سے رجوع کر لیتا ہے"۔ (الرد علی الزنادقه والجهمية ص ۹۵-۹۶)

دلیل دوم: ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ شخص جو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس عالم کا کوئی رب ہے جو اس کا مدبر بھی ہے تو اسے یہ لازم آئے گا کہ وہ اس رب کے اپنی مخلوق سے جدا ہونے اور اس کے ان سب کے اوپر ہونے کا اقرار کرے"۔

کیونکہ جو رب کا اقرار کرتا ہے وہ یا تو اس بات کا بھی اقرار کرے گا کہ اس کی کوئی مخصوص ذات اور ماہیت ہے، یا پھر یہ کہے گا کہ نہیں ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ نہیں ہے تو پھر اس نے رب کا اقرار کیا ہی نہیں، کیونکہ ایسا رب جس کی کوئی ذات اور ماہیت ہی نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، اور اگر وہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کی کوئی مخصوص ذات اور ماہیت ہے، تو پھر یا تو وہ اس کی تعیین کا اقرار کرے گا یا پھر یہ کہے گا کہ وہ غیر معین ہے۔

پھر اگر یہ کہا جائے کہ وہ غیر معین ہے تو وہ محض ذہن کا ایک خیال ہوگا، خارج میں اس کا کوئی وجود نہ ہوگا، کیونکہ خارج میں کوئی بھی موجود ایسا نہیں ہے جو معین نہ ہو، بالخصوص وہ ذات تو ہر معین سے زیادہ تعیین کے لائق ہے کیونکہ اس میں شرکت کا وقوع محال ہے، اور یہ بھی محال ہے کہ اس کا کوئی نظیر ہو، اس لئے اللہ سبحانہ کی ذات کی تعیین واجب ہے۔

اور جب وہ اس بات کا اقرار کر لیتا ہے کہ وہ معین ہے کوئی کلیہ نہیں ہے، اور عالم بھی مشہور معین ہے کوئی کلی نہیں ہے تو قطعی طور پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ دونوں متعین ایک دوسرے سے جدا ہوں، اس لئے کہ اگر وہ جدا نہیں ہوگا تو دوسرے سے اس کا تمیز و تعین غیر معقول ہوگا سمجھ میں نہیں آ سکے گا۔

پھر اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرح متعین ہو سکتا ہے کہ نہ اس میں داخل ہو نہ اس سے خارج ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ: -اللہ اعلم- یہی تمہارے قول کی حقیقت ہے، اور وہ عین محال ہے اور یہ تمہاری طرف سے اس بات کی صراحت ہے کہ نہ اس کی کوئی ذات ہے نہ مخصوص ماہیت ہے، کیونکہ اگر اس کی کوئی ماہیت ہوتی جو اس کے ساتھ خاص ہوتی تو تعیین اس کی ماہیت اور اس کی مخصوص ذات کا ہوتا، اور تم نے اسے محض ایک عدمی چیز اور نفی خالص ٹھہرا دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نہ تو وہ عالم کے اندر ہے نہ عالم کے باہر ہے۔ اور یہ تعیین اس طور پر اس کے وجود کی مقتضی نہیں ہے کہ وہ اس کے ذریعہ خود کو عدم محض سے الگ ثابت کر سکے۔

اور یہ بات بھی ہے کہ عدم محض کسی متعین کا تعین نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ تو خود ہی لاشئ ہے، اس کی تعیین تو اس کی مخصوص ذات وصفات ہی سے ہو سکتی ہے، اس لئے اس کی ذات کے اثبات سے قطعی طور پر اس ذات کی تعیین بھی لازم آتی ہے، اور اس کی

تعیین میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنی مخلوقات سے جدا ہو، اور جدائی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ ان سب سے سابقہ بحث کے مطابق بلند رہے۔(مختصر الصواعق ۱/۲۷۹-۲۸۰)

دلیل سوم:

''صریح معقول سے یہ بات ثابت ہے کہ جب دو متقابل چیزوں میں سے ایک صفت کمال ہو اور دوسری صفت نقص تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میں سے صفت کمال سے متصف ہوتا ہے نقص سے نہیں، اسی لئے جب موت وحیات مقابل میں ہوتے ہیں تو موت نہیں حیات سے موصوف ہوتا ہے، جب علم وجہل مقابل ہوتے ہیں تو وہ جہالت نہیں علم سے موصوف ہوتا ہے، جب قدرت اور عجز مقابل ہوتے ہیں تو وہ عجز سے نہیں قدرت سے موصوف ہوتا ہے، جب عالم سے مباینت (جدائی) اور اس میں مداخلت (عالم کے اندر ہونا) مقابل ہوتے ہیں تو وہ مداخلت سے نہیں مباینت سے موصوف کیا جاتا ہے، پھر جب مباینت دو حال سے خالی نہیں ہوتی کہ یا تو وہ عالم کے اوپر ہو یا عالم کے بالمقابل ہو تو لازمی طور پر بالمقابل ہونے کی بجائے اسے علو (بلند ہونے) سے موصوف کیا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اسے سفول (نیچے ہونے) سے موصوف کیا جائے۔

اور مخالف کو یہ بات تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ علو مقام ومرتبہ اور علو قہر وغلبہ سے موصوف ہے، اور علو مقام کا مطلب یہ ہے کہ وہ عالم سے اکمل ہے، اور علو قہر (غلبہ) میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ عالم پر قادر ہے، اس لئے جب وہ عالم سے جدا ہے تو اس کا تمام علو یہ ہوگا کہ وہ عالم کے اوپر ہو، نہ یہ کہ وہ اس کے بالمقابل ہو یا اس سے نیچے ہو۔ اور چونکہ علو (بلندی) صفت کمال ہے، اور اس کے لوازم ذات میں سے ہے، اس لئے وہ غیر کے وجود کے ساتھ اس سے بلند ہی ہوگا، اور یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ اس سے بلند نہ ہو۔(درء تعارض العقل والنقل ۷/۵-۶)

ہم نے جو یہ نمونے دلائل عقلیہ کے پیش کئے ہیں ان سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علو کے اثبات اور اس کی مخلوق سے اس کی مباینت (جدائی) پر معقول صریح کی دلالت کتنی واضح ہے، اسی طرح یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ معطلہ اور حلولیہ کے اقوال معقول صریح اور منقول صحیح کے کس قدر مخالف ہیں۔

● **اب آیئے دلیل فطرت کی طرف:**

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ فطرت سلیمہ اسی بات پر ڈھالی ہی گئی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علو (بلند ہونے) کا اعتراف کرے، یہ بات اس وقت خوب ظاہر ہوتی ہے جب کوئی شخص دعا کر رہا ہوتا ہے کہ اضطراری طور پر اور مجبور ہوکر اس کا رخ بلندی کی جہت میں ہوجاتا ہے گو اس کا دل ہی مائل ہو مگر اس کی توجہ بلندی ہی کی طرف جاتی ہے۔ اور اس سلسلے میں دوسروں کی تردید اور انکار تو ایک طرف خود انسان اپنی ذات سے اس کیفیت کو دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمدانی نے -امام الحرمین- جوینی سے ان کے خلاف حجت قائم کرتے ہوئے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو وہ لاجواب ہوکر رہ گئے تھے، چنانچہ محمد بن طاہر مقدسی نے بیان کیا ہے کہ شیخ ابوجعفر ہمدانی استاد ابوالمعالی جوینی کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو امام الحرمین کے نام سے معروف تھے، اور جناب صفت علو کی نفی کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے، کہتے تھے: ''اللہ تھا اور عرش نہیں تھا اور وہ ابھی بھی

اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا' ۔تو شیخ ابوجعفر نے کہا: حضرت استاذ! چلئے عرش کا ذکر چھوڑ یئے ۔ مطلب یہ کہ اس کا تعلق تو سمع سے ہے یعنی وہ نصوص سے ثابت ہے۔ ہمیں یہ بتایئے کہ آپ اس حاجت اور اضطرار کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو خود بخود ہمارے دلوں میں پیدا ہوجاتا ہے اس لئے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی عارف نے یہ کہا ہو کہ ''یا اللہ'' اور اس کے دل میں وہ کیفیت نہ پیدا ہوگئی ہو جو علو (بلندی) کی طلبگار ہو، وہ کبھی دائیں بائیں متوجہ نہیں ہوتی ہے، آپ ہمارے دل سے اس جذبہ اور کیفیت کو کیسے دور فرمائیں گے؟ بیان کرتے ہیں: ابوالمعالی نے اپنا سر پیٹ لیا اور فرمایا: ''حيرني الهمداني، حيرني الهمداني'' ہمدانی نے مجھے حیرت زدہ کردیا، ہمدانی نے مجھے حیرت زدہ کردیا''۔ (مجموع الفتاوی ۴/۴۴، ۶۱، شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۳۲۵-۳۲۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مخلوق پر خالق کا علو (بلند ہونا) اور اس کا عالم کے اوپر ہونا ایک ایسا معاملہ ہے جو بندوں کی فطرتوں میں جاگزیں ہے، اور انہیں یقینی طور پر معلوم ہے، اسی طرح تمام امتیں اس کے اقرار وتصدیق پر متفق ہیں، حالانکہ اس سلسلے ان کی کوئی بات چیت یا معاہدہ نہیں ہوا ہے نہ ایک نے دوسرے میں اس شعور کو منتقل کرنے کی کوشش ہی کی ہے، وہ سب اپنے متعلق یہی بتاتے ہیں کہ انہیں اپنی فطرتوں میں اس کی تصدیق جاگزیں ملتی ہے۔

اسی طرح جب ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف قصد اور ارادے کا اضطرار پیدا ہوتا ہے مثلاً دعا اور سوال کے وقت تو وہ خود بخود اپنے دلوں کو اس بات پر مجبور پاتے ہیں کہ ان کا رخ اوپر کی طرف ہوجائے، اسی طرح وہ اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے دلوں کی توجہ اسی کی بلندی کی طرف کردیں، ان کے دلوں کی توجہ کوئی اور رخ اختیار نہیں کرتی ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ تمام سمتیں ان کے نزدیک ایک جیسی ہوتی ہوں دل کسی اور جہت کی توجہ سے یکسر خالی ہوتا ہے، بس ان کے دلوں میں اضطراری طور پر اپنے اوپر کی جہت کا قصد پیدا ہوجاتا ہے اور کوئی جہت ان کے سامنے آتی ہی نہیں ہے۔

اس میں یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ واضح طور پر اللہ کا قصد کرتے ہی دلوں میں علو کا اضطرار پیدا ہوجاتا ہے اور اس سے دعا کرتے وقت بھی توجہ اوپر ہی کی طرف جاتی ہے، اسی طرح ان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کے علو کا اقرار اور اس کی تصدیق داخل ہے۔ (دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل ۷/۵ بتصرف۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: كتاب العرش للذهبي ج ۱ ت: د. محمد بن خليفه التيمي)

موجودہ ماتریدیت کے علمبردار اور ان کا مزاج

اس سے قبل کہ علو باری تعالیٰ کے متعلق اہل سنت والجماعت (اہل حدیث) کے مخالفین کے اقوال پیش کئے جائیں یہ بتادینا ضروری ہے کہ اس وقت ماتریدیت جو ہمارے ملک کی حنفی اکثریت کا عقیدہ ہے اس کے علمبردار کس طرح کے بزرگان دین تھے اور انھوں نے اپنے ماننے والوں کا مزاج کس طرح بنایا ہے تاکہ آج جو مخالفتیں اور شبہات واعتراجات عقائد صحیحہ مطابق کتاب وسنت وآثار صحابہ وائمہ دین پر سامنے آرہے ہیں اس کا پس منظر لوگوں کے سامنے کھلا رہے اور یہ حقیقت واضح رہے کہ آج ان کے متبعین بحث ومباحثے اور اپنے مسلک کی ترجمانی

میں جس سطح پر آجاتے ہیں وہ ان کے بزرگوں کی تربیت کا نتیجہ ہے۔

اعتقادی بدعتوں کا داخلہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے گھرانے میں

جعد بن درہم اور جہم بن صفوان نے اپنی جہمیت اور اعتقادی بدعتوں کا جوز ہر عالم اسلام میں پھیلایا تھا وہ دھیرے دھیرے خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے گھرانے میں سرایت کرگیا اور تاریخ حنفیت کی صبح ہی میں کفرو بدعت کی اس تاریکی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

دوسرے احناف کے متعلق کیا عرض کیا جائے جن میں اللہ کی مشیئت سے بہت تھوڑے ہی صاف ستھرے خالص سلفی عقیدے پر باقی رہے تھے، خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ (۲۱۲) ہجری تھے جو کذاب تھے اور اپنے دادا ہی کے متعلق گھڑی ہوئی باتیں کیا کرتے تھے اوران کے متعلق افترا پردازی کے مرتکب تھے۔ یہ صاحب خلیفہ ''مامون'' (۲۱۸ھ) کے بڑے قاضیوں اور عقیدۂ خلق قرآن کے عظیم دعاۃ میں سے تھے۔

● فرمایا کرتے تھے یہی (خلق قرآن کا عقیدہ) میرے باپ اور دادا کا دین ہے اور ان دونوں کے خلاف افترا پردازی کرتے تھے۔

● اس طرح بہت سے احناف نے تعطیل کا عقیدہ ''جہم'' سے حاصل کیا۔ اور اس حد تک گئے کہ بدعت خلق قرآن کے فتنے کے داعی بن گئے تھے جس کی شہادت امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے دی ہے یہاں تک کہ خود ماترید یہ کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

● نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ہاتھوں بڑے بڑے ائمہ اسلام وایمان اور حفاظ سنن وقرآن سنگین آزمائش اور امتحان میں پڑ گئے اور ان کے اٹھائے ہوئے فتنوں سے جھوجھتے رہے، ان میں سرفہرست امام اہل سنت: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) تھے جو اس امت کے سلف میں سے ایک ہیں۔ (اس آفت کبری اور اندھی مصیبت کی تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: ''ذکر محنة الإمام احمد'' لأبی عبدالله حنبل بن اسحاق اور ''محنة الامام احمد'' للحافظ تقی الدین عبدالغنی المقدسی)

● اس فتنے کے بڑے سرداروں اور حنفیت وجہمیت کے کبار علمبرداروں میں سے ایک صاحب بشر بن غیاث مریسی حنفی (۲۲۸ھ) تھے جو مریسی ارجائی جہمیت کے امام تھے۔

● صاحب موصوف نے ''جہم'' سے تعطیل (اللہ تعالی کو صفات سے عاری ماننے) کا عقیدہ لیا تھا، عقیدۂ خلق قرآن کی تجرید کی تھی اور جہم کے بعد جہمیت کے علمبردار بنے تھے۔

● قاضی احمد بن دؤاد حنفی جہمی (۲۴۰ھ) یہ وہ صاحب تھے جنھوں نے خلق قرآن کے فتنے کی باگ ڈور سنبھالنے اور اپنے کالے کرتوتوں اور باطل پرستیوں میں خاصی شہرت پائی تھی، انھوں نے جہمیت کے علمبردار بشر مریسی (۲۲۶ھ) سے جہمیت کا عقیدہ حاصل کیا تھا۔

● پھر محمد بن سجاع ثلجی حنفی جہمی مریسی (۲۶۶ھ) کا دور آیا۔

(ان شاء اللہ جاری ہے)

❖ ❖ ❖

احکام ومسائل

کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عمر کے طلاق حیض کو ایک طلاق شمار کیا؟

کفایت اللہ سنابلی

عبداللہ بن وہب بن مسلم المصری القرشی (المتوفی 197) نے کہا:

حدثنا ابن أبي ذئب أن نافعا أخبرهم عن ابن عمر أنه طلق امرأته وهي حائض، فسأل عمر رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عن ذلك، فقال: »مره فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر، ثم إن شاء أمسك بعد ذلك، وإن شاء طلق قبل أن يمس، فتلك العدة التي أمر الله أن تطلق لها النساء «وهي واحدة.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: »انہیں حکم دو کہ اپنی بیوی کو واپس لیں اور پھر اسے روکے رکھیں یہاں تک وہ پاک ہوجائے پھر اسے حیض آئے پھر وہ پاک ہو پھر اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو اسے روکیں اور چاہیں تو جماع سے پہلے طلاق دیں، تو یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے« اور وہ ایک ہے۔

[الجامع لابن وہب، انظر: زاد المعاد، ن مؤسسۃ الرسالۃ: 5/ 210 والمحلی لابن حزم، ت بیروت: 9/ 378، واخرجہ ایضا الدارقطنی فی السنن 4/ 9 والنجاد فی مسند عمر بن الخطاب ص: 47 من طریق یزید بن ھارون عن ابن ابی ذئب بہ، واخرجہ ایضا أبوداود الطیالسی فی مسندہ 1/ 68 وعنہ البیھقی فی سننہ 7/ 326 عن ابن ابی ذئب مع اختلاف فی اللفظ، واخرجہ ایضا ابن الجعد فی مسندہ ص: 409 من طریق أحمد بن منیع ولم یذکر لفظ وھی واحدۃ]

اس روایت کے اخیر میں الفاظ (وہی واحدۃ) مرفوع حدیث میں ثابت نہیں ہے جیسا کہ تفصیل آرہی ہے۔

لیکن بالفرض اسے ثابت مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوسری طلاق دینے کا حکم دیا تھا اسے ایک قرار دیا ہے کیونکہ دوسری طلاق کے ذکر کے بعد ہی ان الفاظ کا تذکرہ ہے۔

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والصحيح الواضح أن قوله (وهي واحدة) إنما يراد به الطلقة التي ستكون في الطهر الثاني في قُبُل العدة لأنها أقرب مذكور إلى الضمير بل إنه لم يذكر غيرها في اللفظ النبوي الكريم، وطلقة الحيض أشير إليها فقط وفهمت من سياق الكلام، فلا يمكن أن يعود الضمير إليها، ويكون معنى قوله (وهي واحدة) إن طلق كما أمر كانت طلقة واحدة ولا تكون طلقة ثانية، لعدم الاعتداد بالأولى التي كانت لغير العدة.

واضح اور صحیح بات یہ ہے کہ روایت کے الفاظ: (وہی واحدۃ) اس سے مراد وہ طلاق ہے جو دوسرے طہر میں عدت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ دیں گے کیونکہ ضمیر سے سب سے قریب اسی کا تذکرہ

ہے بلکہ اس کے علاوہ کسی اور طلاق کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور حیض والی طلاق کی طرف صرف اشارہ ہے جو کلام کے سیاق سے مستفاد ہوتا ہے، لہٰذا اس کی طرف ضمیر لوٹنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے (وہی واحدۃ) اس کا معنی یہی ہوگا کہ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق دوبارہ طلاق دیں گے تو یہ ایک طلاق شمار ہوگی نہ کہ دوسری، کیونکہ پہلی طلاق غیر عدت میں دئے جانے کے سبب شمار ہی نہیں کی گئی ہے۔ [نظام الطلاق فی الاسلام ص22]

الفاظ (وہی واحدۃ) مرفوع نہیں۔

لیکن راجح بات یہ ہے کہ یہ الفاظ مرفوع حدیث کا حصہ ہرگز نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نافع کے علاوہ اسی حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دس رواۃ نے بیان کی ہے ان دس میں سے کسی نے بھی مرفوع حدیث میں یہ الفاظ بیان نہیں کئے ہیں یہ دس رواۃ یہ ہیں:

(1) سالم بن عبداللہ (صحیح البخاری 6/155 رقم 4908)

(2) یونس بن جبیر (صحیح البخاری 7/59 رقم 5333)

(3) أنس بن سیرین (صحیح مسلم 2/1097 رقم 1471)

(4) عبداللہ بن دینار (صحیح مسلم 2/1095 رقم 1471)

(5) طاوس بن کیسان (صحیح مسلم 2/1097 رقم 1471)

(6) سعید بن جبیر (صحیح ابن حبان 10 / 81 رقم 4264 وإسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

(7) محمد بن مسلم أبو الزبیر (مصنف عبد الرزاق 6/309 رقم 10960 وإسنادہ صحیح)

(8) شقیق بن سلمۃ أبو وائل (مصنف ابن بی شیب. سلفیۃ: 5/3 وإسنادہ صحیح)

(9) میمن بن مہران (السنن الکبری للبیہقی، ط الہند: 7/326 وإسنادہ صحیح)

(10) مغیرۃ بن یونس (شرح معانی الآثار 3/ 53 رقم 4464 وإسنادہ حسن)

اسی طرح نافع سے بھی اس روایت کو گیارہ رواۃ نے نقل کیا ہے ان گیارہ میں سے صرف ابن ذئب نے یہ الفاظ بیان کئے باقی دس راویوں نے یہ الفاظ بیان نہیں کئے یہ دس رواۃ درج ذیل ہیں:

(1) اللیث بن سعد عن نافع (صحیح البخاری 7/58 رقم 5332)

(2) مالک بن انس عن نافع (صحیح مسلم 2/1093 رقم 1471)

(3) عبیداللہ بن عمر عن نافع (صحیح مسلم 2/1094 رقم 1471)

(4) یحیی بن سعید عن نافع (سنن النسائی 6/212 رقم 3556 واسنادہ صحیح)

(5) موسی بن عقبہ عن نافع (سنن النسائی 6/212 رقم 3556 واسنادہ صحیح)

(6) محمد بن اسحاق عن نافع (سنن النسائی 6/212 رقم 3556 واسنادہ صحیح)

(7) أیوب السختیانی عن نافع (مصنف عبد الرزاق 6/308 واسنادہ صحیح)

(8) إسماعیل بن إبراہیم بن عقبۃ عن نافع (سنن الدارقطنی 5/51 رقم 3968 واسنادہ صحیح)

(9) صالح بن کیسان عن نافع (سنن الدارقطنی 4/9 واسنادہ صحیح)

(10) معقل بن عُبید اللہ عن نافع (المعجم الأوسط 2/ 174 واسنادہ صحیح)

تنبیہ بلیغ: نافع کے ایک اور شاگرد ابن جریج نے بھی یہ

روایت بیان کی ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہے چنانچہ:

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی 385) نے کہا:

نا أبو بكر نا عياش بن محمد نا أبو عاصم عن بن جريج عن نافع عن بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : هي واحدة.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک ہے [سنن الدارقطنی:4/10]

لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ ابن جریج نے عن سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں دیکھئے: [طبقات المدلسین لابن حجرت القریوتی:ص:41]

مزید یہ کہ ابن جریج کے ایک دوسرے شاگرد سفیان ثوری نے ابن جریج سے یہی روایت بیان کی تو ہی واحدۃ (وہ ایک طلاق ہے) کے الفاظ مرفوعا بیان نہیں کئے بلکہ یہ بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی اور باقی وہی الفاظ بیان کئے جو نافع کے مذکورہ دس شاگردوں نے بیان کئے ہیں چنانچہ:

أبوبکر النجاد (المتوفی 348) نے کہا:

حدثنا محمد، ثنا سفيان، ثنا ابن جريج، عن نافع، أن عبد الله بن عمر طلق امرأته وهي حائض تطليقة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاستفتى عمر النبي صلى الله عليه وسلم "فأمره أن يراجعها، ثم يمسكها حتى تطهر فإن بدا له أن يطلقها قبل أن يجامعها"۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حیض کی حالت میں ایک طلاق دے دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو واپس لیں اور پھر اسے روکے رکھیں یہاں تک وہ پاک ہوجائے پھر اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو جماع سے پہلے اسے طلاق دے دیں [مسند عمر بن الخطاب للنجاد ص:58]

یہ روایت معنوی طور پر صحیح ہے جیسا کہ نافع کے دیگر شاگردوں سے ثابت ہے لیکن یہ سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں بھی ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

معلوم ہوا کہ ابن ابی ذئب سے اوپر کسی بھی طبقے میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے بلکہ ہر طبقہ کی پوری جماعت نے ابن ابی ذئب کے خلاف یہ الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی 456) فرماتے ہیں:

وأما حديث ابن أبي ذئب الذي في آخره »وهي واحدة« فهذه لفظة أتى بها ابن أبي ذئب وحده؛ ولا نقطع على أنها من كلام رسول الله - ﷺ -؛ وممكن أن تكون من قول من دونه - عليه الصلاة والسلام - والشرائع لا تؤخذ بالظنون.

اور رہی ابن ابی ذئب کی حدیث جس کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں (وہی واحدۃ) تو یہ الفاظ صرف ابن ابی ذئب نے ہی تنہا بیان کیا ہے اور ہم اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں مان سکتے۔ بلکہ ممکن ہے کہ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کا قول ہے اور شریعت کا مسئلہ ظن وتخمین سے اخذ نہیں کیا جاسکتا [المحلی لابن حزم، ت بیروت:9/380،381]

ابوداؤد الطیالسی کا وہم:

واضح رہے کہ ابن ابی ذئب کے جو الفاظ ان کے شاگرد ابن

وہب نے مذکورہ روایت میں بیان کئے ہی ان میں اس بات کی صراحت نہیں کہ یہ الفاظ (وہی واحدۃ) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہے۔

ابن ابی ذئب کے ایک دوسرے شاگرد یزید بن ھارون نے بھی ان سے یہی روایت بیان کررکھی ہے اورانہوں نے بھی ایسی کوئی صراحت نہیں کی ہے۔دیکھئے:[سنن الدارقطنی 4/9 مسند عمر بن الخطاب للنجاد ص:47]

نیز ابن ابی ذئب کے ایک تیسرے شاگرد أحمد بن منیع نے بھی ان سے یہی روایت بیان کی ہے اورانہوں نے سرے سے یہ الفاظ بیان ہی نہیں کئے بلکہ صرف مرفوع حصہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہےجس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک طلاق والے الفاظ مرفوع حدیث میں شامل نہیں ہیں اسی لئے أحمد بن منیع نے اسے ترک کرکے روایت کیا ہے،دیکھئے:[مسند ابن الجعد ص:409]

ابن ذئب کے مذکورہ تینوں شاگردوں کے خلاف جب ابوداؤدالطیالسی نے اسی روایت کوابن ابی ذئب سے نقل کیاتو حد درجہ اختصار کرتے ہوئے ایک طلاق والی بات کواللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صراحتا منسوب کردیا چنانچہ کہا:

حدثنا ابن أبي ذئب، عن نافع، عن ابن عمر، رضي الله عنه، أنه طلق امرأته وهي حائض، فأتى عمر النبي صلى الله عليه وسلم، فذكر ذلك له، فجعلها واحدة.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی توعمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اوران سے اس کا تذکرہ کیا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک قرار دیا[مسند أبو داود الطیالسی 1/68 ومن طریق ابی داؤد اخرجہ البیھقی فی السنن الکبری، ط الھند:7/326]

ظاہر ہے کہ یہ ابوداؤد الطیالسی کا وھم ہے انہوں نے اپنے استاذ ابن ابی ذئب سے روایت کرتے ہوئے غلطی سے ایسے الفاظ روایت کردئے جوابن ذئب کے دیگر تین تلامذہ بیان نہیں کرتے۔

اورابوداؤدالطیالسی سے اس طرح غلطی ہوجانا معروف بات تھی جیسا کہ اہل فن نے صراحت کی ہے چنانچہ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی 230) نے کہا:

وكان كثير الحديث, ثقة، وربما غلط.

یہ کثیر الحدیث اور ثقہ تھے اور کبھی کبھار غلطی کرجاتے تھے[الطبقات الکبیر لابن سعد ت عمر:9/299]

امام أبومسعود أحمد بن الفرات الرازی (المتوفی 258) نے کہا:

إنه يخطىء.

یہ غلطی کرتے ہیں[طبقات المحدثین بأصبہان 2/50 واسنادہ صحیح]

امام أبوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 277) نے کہا:

محدث صدوق كان كثير الخطأ.

یہ محدث اورصدوق ہیں اوربکثرت غلطی کرتے تھے[الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم، ت المعلمی:4/112]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی 463) نے کہا:

فكان يغلط.

یہ غلطی کرتے تھے[تاریخ بغداد، مطبعۃ السعادۃ:9/26]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

ثقة حافظ غلط في أحاديث.

یہ ثقہ اور حافظ ہیں انہوں نے کئی احادیث میں غلطی کی ہے[تقریب التہذیب لابن حجر: رقم 2550]

اہل فن کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ ابوداؤد الطیالسی سے متن حدیث وغیرہ میں اس طرح کی چوک ہوجایا کرتی تھی اس لئے ایک جماعت کے خلاف یہ الگ سیاق میں کوئی بات روایت کریں گے تو وہ نا قابل قبول ہوگی۔

علامہ معلمی رحمہ اللہ اسی روایت سے متعلق فرماتے ہیں:

والطيالسي إمام حافظ ولكنه كثير الخطأ ---- ومن قارن الأحاديث التي في مسنده بنظائرها مما يرويه غيره، وجد اختلافًا كثيرًا في المتون، وكأنه كان يروي بالمعنى، فاختصر حديث ابن أبي ذئب، وبنى على ما فهمه فقال: "فجعلها واحدة".

طیالسی امام اور حافظ ہیں لیکن بکثرت غلطی کرنے والے ہیں اور جو بھی ان کی مسند میں موجود احادیث کا موازنہ دیگر رواۃ سے مروی انہیں احادیث سے کرے گا، وہ متون میں بہت سارا اختلاف پائے گا۔ گویا یہ روایت بالمعنی کیا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ابن ابی ذئب کی حدیث کو بھی مختصر کیا اور اپنی سمجھ کے مطابق بیان کرتے ہوئے کہہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق قرار دیا [الحکم المشروع فی الطلاق المجموع: ص144۔145، آثار الشیخ العلامۃ عبدالرحمن بن یحیی المعلمی الیمانی 17/ 685۔686]

معلوم ہوا کہ ابن ابی ذئب سے ابوداؤد الطیالسی کی بیان کردہ روایت کے الفاظ غلط ہیں اور ابن ابی ذئب کے درست الفاظ وہ ہیں جو ابن ابی ذئب کے دیگر اوثق شاگردوں نے نقل کئے ہیں۔

اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ ایک طلاق بتلانے والے الفاظ مرفوع روایت کا حصہ نہیں ہیں لہٰذا یہ الفاظ سرے سے حجت ہی نہیں ہیں۔

الفاظ (وہی واحدۃ) کے قائل اور ان کی مراد

اس روایت کے دیگر تمام طرق کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ (وھی واحدۃ) کے الفاظ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ ابن عمر کے شاگرد نافع کے ہیں اور ان الفاظ سے ان کا مقصود طلاق کو شمار کئے جانے کی خبر دینا نہیں ہے بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی طلاق کی تعداد بتلانا ہے۔

چنانچہ زیر بحث حدیث میں ابن ابی ذئب نے مرفوع حدیث میں نہیں بلکہ مرفوع حدیث روایت کرنے کے بعد الگ سے ابن عمر کے شاگرد نافع کی طرف سے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک ہی طلاق دی تھی نہ کہ دو یا تین جیسا کہ بخاری ومسلم میں نافع کے شاگرد اللیث نے بھی بیان کیا کہ:

طلق امرأة له وهي حائض تطليقة واحدة.

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی[صحیح البخاری 7/ 58 رقم 5332، صحیح مسلم (2/ 1093) رقم 1471]

اسی طرح نافع کے ایک اور شاگرد صالح بن کیسان نے بھی بیان کیا کہ:

أن عبد الله إنما طلق امرأته تلك واحدة.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیوی کو ایک طلاق دی تھی[سنن الدارقطنی: 4/ 9 واسنادہ صحیح]

نافع کے ایک تیسرے شاگرد أیوب السختیانی نے بھی نافع

سے روایت کیا کہ:

أن ابن عمر كان طلق امرأته واحدة وهي حائض.

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی[مصنف عبدالرزاق الصنعانی 6/308 واسنادہ صحیح]

اسی طرح نافع کے دیگر کئی شاگردوں مثلا عبید اللہ بن عمر، اِسماعیل بن اِبراہیم بن عقبۃ اور محمد بن اسحاق نے بھی یہ بات بیان کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی دیکھئے: سنن النسائی 6 / 140 رقم 3396 واسنادہ صحیح، سنن الدارقطنی 5 / 51 رقم 3968 واسنادہ صحیح، مسند عمر بن الخطاب للنجادص:58 واسنادہ صحیح۔

ظاہر ہے کہ نافع کے دیگر کئی شاگرد نافع کی جو وضاحت بیان کررہے ہیں وہی وضاحت نافع کے شاگرد ابن ابی ذئب نے بھی بیان کی ہے یعنی ان کی روایت میں بھی (وھی واحدۃ) کا مطلب یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حالت حیض میں ایک ہی طلاق دی تھی۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ جو ابن ابی ذئب کی اس حدیث کے راوی بھی ہیں اور ایک جلیل القدر محدث اور عظیم ناقد ہیں وہ بھی یہ وضاحت کررہے ہیں کہ ابن ابی ذئب کی روایت میں (وھی واحدۃ) کا مطلب یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ یعنی ان الفاظ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حالت حیض میں دی گئی طلاق کی تعداد بتلائی گی ہے نہ کے اسے شمار کرنے کی بات کہی گئی ہے۔

علامہ معلمی رحمہ اللہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فصنيع الدارقطني في "سننه" يدل أنه يرى أن ذكر الواحدة في حديث ابن أبي ذئب إنما أصله أن ابن عمر طلَّق واحدة، أي: لم يطلق ثلاثًا، فإنه ساق من طريق أبي الزبير قال: سألت ابن عمر عن رجل طلَّق امرأته ثلاثًا وهي حائض، فقال: أتعرف ابن عمر؟ قال: قلت: نعم، قال: طلقت امرأتي ثلاثًا على عهد رسول الله - صلى الله عليه وسلم وهي حائض فردها رسول الله - صلى الله عليه وسلم - إلى السنة". ثم قال : "هؤلاء كلهم من الشيعة، والمحفوظ أن ابن عمر طلَّق امرأته واحدة في الحيض".

ثم ساق رواية عبيد الله عن نافع عن عبد الله: "أنه طلَّق امرأته وهي حائض تطليقة".

ثم قال : "وكذلك قال صالح بن كيسان وموسى بن عقبة وإسماعيل بن أمية وليث بن سعد وابن أبي ذئب وابن جريج وجابر وإسماعيل بن إبراهيم بن عقبة عن نافع عن ابن عمر: "أنه طلَّق امرأته تطليقة واحدة"، وكذلك قال الزهري عن سالم عن أبيه، ويونس بن جبير والشعبي والحسن".

ثم ساق الأحاديث مستدلاً على ذلك ، فذكر رواية عبيد الله عن نافع، ثم رواية يونس بن جبير عن ابن عمر، ثم رواية إسماعيل بن أمية عن نافع، ثم رواية صالح عن نافع، وفي طريق منها: "نا نافع أن ابن عمر إنما طلَّق امرأته تلك واحدة".

وعقبه من طريق يزيد بن هارون أنا محمَّد بن

إسحاق وابن أبي ذئب عن نافع عن ابن عمر أنه طلّق امرأته في عهد رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وهي حائض، فذكر عمر ذلك لرسول الله - صلى الله عليه وسلم -، ثم ذكر نحوه. وقال ابن أبي ذئب في حديثه: هي واحدة، فتلك العدة التي أمر الله أن تطلق لها النساء" .

ثم ذكر رواية موسى بن عقبة عن نافع، ثم رواية جابر عن نافع .

فيظهر مما ذكرناه أن الذي فهم الدارقطني من ذكر الواحدة في رواية ابن أبي ذئب: أن المقصود منها أن ابن عمر إنما طلّق واحدة لا ثلاثًا، وهذا هو الموافق لرواية الجماعة عن نافع.

سنن دارقطنی میں امام دارقطنی کا طرزِ عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابن ابی ذئب کی حدیث میں (واحدۃ) کے ذکر کا اصل مطلب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی طلاق دی تھی یعنی تین طلاق نہیں دی تھی کیونکہ امام دارقطنی نے ابوالزبیر کے طریق سے پہلے یہ روایت بیان کی کہ:

''میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں تین طلاق دے دی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم ابن عمر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! تو انہوں نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو عہد رسالت میں حیض کی حالت میں تین طلاق دی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنت کی طرف لوٹا دیا''

اس کے بعد امام دارقطنی نے کہا:

یہ روایت بیان کرنے والے سارے راوی شیعہ ہیں اور ابن عمر کی محفوظ روایت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک ہی طلاق دی تھی۔

پھر امام دارقطنی نے عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ کی یہ روایت بیان کی کہ: ''ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی''۔ اس کے بعد امام دارقطنی نے کہا:

اسی طرح صالح بن کیسان، موسی بن عقبہ، اسماعیل بن امیہ، لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، ابن جریج، جابر، اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے بھی نافع عن ابن عمر کے طریق سے یہی بیان کیا ہے کہ ''ابن عمر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی''۔ اسی طرح زھری نے سالم عن ابیہ کے طریق سے اور یونس بن جبیر، شعبی اور حسن نے بھی بیان کیا ہے۔

پھر امام دارقطنی نے اسی بات پر استدلال کرتے ہوئے احادیث روایت کرنی شروع کی چنانچہ عبید اللہ عن نافع کی روایت بیان کی، پھر اسماعیل بن اُمیہ عن نافع کی روایت بیان کی، پھر صالح عن نافع کی روایت بیان کی جس کے ایک طریق میں یہ الفاظ ہیں: ''ہم سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر نے اپنی اس بیوی کو ایک طلاق دی تھی''۔

اس کے بعد یزید بن ہارون أنا محمّد بن إسحاق وابن أبي ذئب عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے (زیر بحث) روایت بیان کی کہ: ''ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا'' اس کے بعد راوی نے گذشتہ روایت جیسے الفاظ ذکر کئے اور ابن ابی ذئب نے اپنی حدیث میں کہا کہ ''یہ ایک ہے''، ''پس یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے''

پھر امام دارقطنی نے موسی بن عقبۃ عن نافع کی روایت ذکر کی پھر جابر عن نافع کی روایت ذکر کی۔

تو ہماری ذکر کردہ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ امام دارقطنی نے ابن ابی ذئب کی حدیث میں (واحدۃ) کا جو مطلب سمجھا ہے وہ یہ کہ راوی کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ ابن عمر نے ایک ہی طلاق دی تھی نہ کہ تین۔ اور یہی بات نافع سے روایت کرنے والے دیگر شاگردوں کی روایات کے موافق ہے۔[الحكم المشروع في الطلاق المجموع: ص143۔144،آثار الشيخ العلامة عبد الرحمن بن يحيي المعلمي اليماني 17/ 684-685]

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی 456) فرماتے ہیں:

والظاهر - أنه من قول من دون النبي - صلى الله عليه وآله وسلم - مخبرا بأن ابن عمر كان طلقها طلقة واحدة.

ظاہر یہی ہے کہ یہ الفاظ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بعد کے راوی کے ہیں جس نے یہ بتلایا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طلاق دی تھی [المحلی لابن حزم، ت بیروت: 9/ 381]

امام ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی 751) فرماتے ہیں:

والظاهر أنها من قول من دون ابن عمر - رضي الله عنه - ومراده بها أن ابن عمر إنما طلقها طلقة واحدة، ولم يكن ذلك منه ثلاثا.

ظاہر یہی ہے کہ یہ الفاظ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان کے بعد کے راوی کے ہیں اور اس سے راوی کی مراد یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی طلاق دی تھی نہ کہ تین [زاد المعاد، ن مؤسسۃ الرسالۃ: 5/ 217]

امام دارقطنی، امام ابن حزم، امام ابن القیم اور علامہ معلمی رحمہم اللہ نے جو وضاحت کی ہے یہی بات اس روایت کے تمام طرق کے پیش نظر راجح معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ابن ابی ذئب کی اس روایت میں طلاق کو شمار کئے جانے کی بات نہیں کہی گی ہے بلکہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق کی تعداد بتلائی گئی ہے کہ یہ ایک طلاق تھی۔

اگر کوئی شخص اب بھی ضد کرے اور یہی کہے کہ (ھی واحدۃ) کے الفاظ میں طلاق کی تعداد نہیں بلکہ طلاق کو شمار کرنے کی بات کہی گئی ہے۔

تو عرض ہے کہ ماقبل میں ہم پوری تفصیل سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ الفاظ مرفوع حصہ میں ثابت نہیں ہیں اس لئے یہ الفاظ غیر نبی کے ہونے کے سبب قابل حجت نہیں ہیں۔

خلاصہ بحث: درج بالا پوری بحث سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ ابن ابی ذئب کی روایت میں یہ الفاظ (وہی واحدۃ) مرفوع حدیث کا حصہ نہیں ہے۔

اور دیگر طرق میں موجود صراحتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نافع نے یہ بیان کیا ہے کہ حالت حیض میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی طلاق دی تھی اسی بات کو ابن ابی ذئب نے مختصرا (وہی واحدۃ) کہہ کر بیان کر دیا ہے۔

امام دارقطنی، امام ابن حزم، امام ابن القیم اور معاصرین میں علامہ معلمی رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

لہٰذا اس سے یہ مراد لینا درست نہیں ہے کہ ان الفاظ میں حالت حیض میں دی گئی طلاق کو ایک طلاق شمار کیا گیا ہے۔ اور اگر ان الفاظ سے یہ مراد لے بھی لیں تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں اس لئے حجت نہیں۔

❖ ❖ ❖

احکام ومسائل

زکاۃ الفطر - احکام ومسائل

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

زکاۃ الفطر کی حقیقت:

زکاۃ الفطر وہ زکاۃ ہے جو صیام رمضان کے خاتمہ پر مخصوص شرائط کے ساتھ، مخصوص مقدار میں، صوم کو لغو اور بیہودہ امور سے پاک کرنے اور مساکین کو غذا فراہم کرنے کی غرض سے واجبی طور پر ادا کی جاتی ہے۔

زکاۃ الفطر کی بابت اہل علم کی تعریفات جامع خلاصہ یہ ہے:

”زكاة الفطر: صدقة معلومة بمقدار معلوم، من شخص مخصوص، بشروط مخصوصة، عن طائفة مخصوصة، لطائفة مخصوصة، تجب بالفطر من رمضان، طهرة للصائم: من اللغو، والرفث، وطعمة للمساكين“(زكاة الفطر - آداب، وأحكام، وشروط، ودرجات، ومسائل في ضوء الكتاب والسنة، از سعید بن علی بن وہف القحطانی (ص:6)۔

زکاۃ الفطر یہ ایک معلوم صدقہ ہے جس کی مقدار معلوم ہے، جو مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص لوگوں کی طرف سے مخصوص لوگوں کو ادا کی جاتی ہے، رمضان کے اختتام پر واجب ہوتی ہے، اس کا مقصد: روزہ دار کو لغو و بیہودگی سے پاک کرنا اور مسکینوں کو غذا فراہم کرنا ہے۔

زکاۃ الفطر کا حکم:

زکاۃ الفطر فرض ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ“۔(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقۃ الفطر، حدیث 1503، وباب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک، حدیث 1511، ومسلم، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر علی المسلمین، حدیث 984)

رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر فرض قرار دیا ہے، اور حکم دیا ہے کہ لوگوں کے صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے پہلے اسے ادا کر دیا جائے۔

زکاۃ الفطر کا مقصد:

زکاۃ الفطر کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں فرمایا:

”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ“۔(سنن أبو داود، حدیث 1609، وابن ماجہ،

حدیث 1827، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح أبی داود، حدیث 1609، و صحیح ابن ماجہ، حدیث 492)

رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ الفطر فرض کیا ہے صائم کو لغو اور شہوانی امور سے پاک کرنے اور اور مساکین کے لئے غذا فراہم کرنے کے لئے۔

زکاۃ الفطر کی ادائیگی کا وقت:

زکاۃ الفطر کی ادائیگی کے بارے میں بالترتیب چار اوقات ہیں، ان کے احکام مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱۔ جائز وقت:

اگر زکاۃ الفطر عید سے ایک دو یا زیادہ سے زیادہ تین دن قبل ادا کر دی جائے تو جائز ہے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ''۔ (صحیح البخاری، حدیث 1511، ومسلم، حدیث 984۔)

لوگ عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے بھی زکاۃ الفطر دیا کرتے تھے۔

اور موطا امام مالک میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر سے دو یا تین روز پہلے زکاۃ الفطر بھیجوا دیا کرتے تھے۔ (موطا الامام مالک، کتاب الزکاۃ، باب وقت إرسال زکاۃ الفطر، حدیث 55)

۲۔ واجب وقت:

رمضان کے آخری دن کا سورج غروب ہو جانے پر زکاۃ الفطر کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ صوم رمضان ختم ہو جاتا ہے، فطر شروع ہو جاتا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں پر فطر کی زکاۃ فرض کی ہے، لہٰذا فطر ہوتے ہی فرضیت کا حکم مرتب ہو جائے گا۔

۳۔ مستحب اور افضل وقت:

لوگوں کے صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے قبل زکاۃ الفطر کی ادائیگی افضل اور بہتر ہے، جیسا کہ حدیث گزر چکی ہے:

'' وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ''۔ (صحیح البخاری، حدیث 1503، و حدیث 1511، ومسلم، حدیث 984)

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ لوگوں کے صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے پہلے اسے ادا کر دیا جائے۔

۴۔ ممنوع اور غیر مقبول وقت:

اگر زکاۃ الفطر کی ادائیگی بلا عذر صلاۃ عید سے پہلے نہ کی جائے، بلکہ صلاۃ عید کے بعد کی جائے تو ایسا کرنا ناجائز ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

''فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ فَهِىَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلاَةِ فَهِىَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ''۔ (سنن أبو داود، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر، حدیث 1609، و ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، حدیث 1827، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے کئی جگہوں پر حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح أبی داود، حدیث 1609، وصحیح ابن ماجہ، حدیث 1854، وإرواء الغلیل، حدیث 843)

جس نے اسے صلاۃ عید سے قبل ادا کر دیا اس کی زکاۃ مقبول ہے، اور جس نے صلاۃ عید کے بعد ادا کیا وہ ایک عام صدقہ ہے۔

زکاۃ الفطر میں کیا ادا کیا جائے؟

زکاۃ الفطر میں کیا ادا کیا جائے، اس بارے میں ابن عمر رضی اللہ

عنہما کی صحیحین کی روایت میں، جَو اور کھجور کا ذکر آچکا ہے، اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اپنی روایت میں زکاۃ الفطر کی ادائیگی کی بابت نبی کریم ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اخذ کردہ مسنون طریقہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ''۔(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر صاع من طعام، حدیث 1506، و باب صاع من زبیب، حدیث 1508، و مسلم، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر علی المسلمین، حدیث 985)

ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زکاۃ الفطر میں ایک صاع کھانا، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع کشمش نکالا کرتے تھے۔

زکاۃ الفطر کی مقدار:

زکاۃ الفطر کی مقدار ایک صاع ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں گزرا، ایک صاع چار مُد کا ہوتا ہے اور ایک مُد ایک متوسط انسان کی دو ہتھیلیوں بھر خشک اناج کو کہا جاتا ہے جیسے گیہوں کھجور وغیرہ۔

اور موجودہ پیمائش کے مطابق محتاط انداز میں ایک صاع کی مقدار تقریبا اڑھائی سے تین کلو گرام ہے۔(دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، 9/379، ومجالس شهر رمضان، از ابن عثیمین 1/138)

سماحۃ الشیخ امام ابن باز رحمہ اللہ صاع کی مقدار کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ومقداره أربع حفنات بملء اليدين المعتدلتين من الطعام اليابس، كالتمر، والحنطة، ونحو ذلك، ... أما بالكيلو فيقارب ثلاثة كيلو''(مجموع فتاوی ابن باز، 14/204-205)۔

صاع کی مقدار: خشک اناج یا کھانے کے دو متوسط ہاتھوں بھر چار لپ ہے، مثلاً کھجور، گیہوں وغیرہ، جو کیلوگرام کے پیمانے سے تقریباً تین کیلوگرام ہوتا ہے۔

اسی طرح دائمی کمیٹی برائے افتاء نے کہا ہے کہ:

''المقدار الواجب في زكاة الفطر عن كل فرد صاع واحد بصاع النبي - صلى الله عليه وسلم -، ومقداره بالكيلو ثلاثة كيلو تقريباً''(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، 9/371)۔

زکاۃ الفطر میں واجب مقدار ہر فرد کی جانب سے صاع نبوی کے ذریعہ ایک صاع ہے، جس کی مقدار تقریباً تین کلوگرام ہے۔

کیا زکاۃ الفطر نقدی قیمت میں ادا کی جا سکتی ہے؟

فرمان رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ الفطر میں غلہ، اناج اور اسی طرح اس وقت رائج غذائیں ادا کی جاتی تھیں، لہٰذا یہی سنت رسول ہے۔

غلہ اناج وغیرہ کے علاوہ نقدی رقم زکاۃ الفطر میں نکالنا نبی کریم ﷺ یا آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے نقدی قیمت کی ادائیگی سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ علماء محققین کے مطابق نقد کی شکل میں ادا کرنے سے زکاۃ الفطر ادا نہ ہوگی، کیونکہ یہ عمل سنت نبوی کے خلاف ہے، اور ارشاد نبوی ہے:

''مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ''۔(صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور، حدیث 2697، ومسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ، حدیث 1718۔)

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، وہ مردود ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ولا تجزئ القيمة؛ لأنه عدول عن المنصوص''(دیکھئے: الكافي لابن قدامة، 2/ 176، والمغني، 4/ 295)۔

زکاۃ الفطر میں قیمت کفایت نہ کرے گی؛ کیونکہ یہ امر منصوص سے میلان ہے۔

امام عبدالعزیز ابن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ولا يجوز إخراج القيمة عند جمهور أهل العلم، وهو أصح دليلاً، بل الواجب إخراجها من الطعام، كما فعله النبي - صلى الله عليه وسلم - وأصحابه - رضي الله عنهم''۔(مجموع فتاوی ابن باز، 14/ 202)۔

جمہور اہل علم کے یہاں نقدی قیمت نکالنا جائز نہیں ہے اور دلیل کے اعتبار سے یہی بات صحیح تر ہے، بلکہ اناج ہی نکالنا واجب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نکالا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

''زكاة الفطر عبادة بإجماع المسلمين، والعبادات الأصل فيها التوقيف، فلا يجوز لأحد أن يتعبد بأي عبادة إلا بما ثبت عن المشرِّع الحكيم عليه صلوات الله وسلامه''(مجموع فتاوی ابن باز،14/202)۔

زکاۃ الفطر باجماع مسلمین عبادت ہے اور عبادات میں اصل توقیف ہے، لہٰذا کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کوئی عبادت انجام دے، مگر یہ کہ وہ اسی طریقہ کے مطابق ہو جو شارع حکیم علیہ السلام سے ثابت ہے۔

اسی طرح دائمی کمیٹی برائے افتاء نے کہا ہے:

''ولا يجوز إخراج زكاة الفطر نقوداً؛ لأن الأدلة الشرعية قد دلت على وجوب إخراجها طعاماً، ولا يجوز العدول عن الأدلة الشرعية؛ لقول أحد من الناس''(مجموع فتاوی اللجنۃ الدائمۃ،9/379)۔

زکاۃ الفطر کو نقدی قیمت میں ادا کرنا جائز نہیں، کیونکہ شرعی دلائل اُسے اناج کی شکل میں نکالنے پر دلالت کر چکے ہیں، اور کسی آدمی کے کہنے سے شرعی دلائل سے ہٹنا اور مائل ہونا جائز نہیں۔

نیز علامہ وفہامہ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''زکاۃ الفطر میں آدمیوں کی غذا کے علاوہ کپڑے، فرش، بچھونے، اور برتنوں سامانوں وغیرہ کا ادا کرنا کافی نہ ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اُسے کھانے سے فرض کیا ہے، اس لئے آپ ﷺ کے تعیین کردہ امر سے تجاوز نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح نقدی قیمت ادا کرنا بھی کافی نہ ہوگا کیونکہ یہ چیز حکم رسول ﷺ کے خلاف ہے، جبکہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:''مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ''۔(جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، وہ مردود ہے۔) اور ایک روایت میں ہے:''من أحْدَثَ في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رَدٌّ''(جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس

میں نہیں، تو وہ مردود ہے)۔

اور اس لئے بھی کہ نقدی قیمت ادا کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کے خلاف ہے، کیونکہ صحابہ ایک صاع اناج نکالا کرتے تھے، اور رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے: ''**عليكم بسُنَّتي وسنةِ الخلفاءِ الراشدينَ المهديينَ من بعْدِي**'' (رواہ أحمد وأبو داود وابن ماجہ والترمذی، وقال: حسن صحیح، وقال أبو نعیم: حدیث جید من صحیح حدیث الشامیین، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (6/ 526) حدیث نمبر (2735)۔

تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

نیز اس لئے بھی کہ زکاۃ الفطر ایک ایسی عبادت ہے جو متعین جنس سے فرض ہے، لہٰذا اُسے متعین جنس سے ادا کرنا کفایت نہیں کرسکتا، بعینہ اسی طرح جیسے متعین وقت کے علاوہ میں ادا کرنا کافی نہیں ہوسکتا۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اُسے مختلف اجناس سے متعین کیا ہے جن کی قیمتیں فی الغالب مختلف ہیں۔ (دیکھئے: مجالس شہر رمضان (ص: 210-209)۔

سنت رسول اور عمل صحابہ کے دلائل اور قدیم وجدید علماء محققین کی تصریحات سے واضح ہے کہ زکاۃ الفطر میں اناج اور غلہ کے علاوہ نقدی قیمت وغیرہ نکالنا جائز نہیں۔

زکاۃ الفطر میں نقدی قیمت کے جواز وعدم جواز کے دونوں آراء اور استدلالات وتعلیلات کا تفصیلی جائزہ لینے بعد راجح موقف کی دوٹوک وضاحت کرتے ہوئے محقق شیخ عبد اللہ بن منصور الغفیلی اہم کتاب ''نوازل الزکاۃ - دراسۃ فقہیۃ تاصیلیۃ لمستجدات الزکاۃ'' میں فرماتے ہیں:

''يترجح القول بمنع إخراج القيمة في زكاة الفطر'' (دیکھئے: نوازل الزکاۃ، ص: (528)۔

زکاۃ الفطر میں نقدی قیمت ادا کرنے کی ممانعت کی بات ہی راجح ہے۔

اسی طرح مسئلہ کی بابت تفصیلی دراسہ کرنے والے شیخ ڈاکٹر محمود بن ابراہیم الخطیب اپنے قیمتی مقالہ ''حکم اخراج زکاۃ الفطر قیمۃ (نقدا)'' میں فقراء ومساکین کے حق میں نقدی قیمت کی انفعیت کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اتفاق جمهور الفقهاء على عدم جواز إخراج القيمة ولم يعلم أن أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أخرج نقوداً في زكاة الفطر رغم وجودها معهم وتدفقها على حاضرتهم (المدينة المنورة) بعد وفاة الرسول صلى الله عليه وسلم بخاصة. إن من قال من المتأخرين بجواز إخراج القيمة ربطها بالضرورة أو بما هو أنفع للفقير ورسول الله صلى الله عليه وسلم أدرى بما ينفع الناس في دينهم ودنياهم لأن الشارع لم يشرع لزمن معين حيث إن الإسلام قابل للتطبيق في كل زمان ومكان.

لم يكن سكوت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذكر الدينار ولا الدرهم إلا لحكمة أرادها، وهو الذي لا ينطق عن الهوى صلى الله عليه وسلم، فلم يذكرهما في زكاة الفطر مع وجودهما في عهده صلى الله عليه وسلم ...

الخ''۔(دیکھئے:حکم إخراج زکاۃ الفطر قیمۃ (نقدا) مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ النبویۃ، شمارہ 124، سنہ 1424ھ ، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ (ص:284))۔

جمہور فقہاء کا قیمت نکالنے کے عدم جواز پر اتفاق ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کے بارے میں نہیں جانا جاتا کہ اُنہوں نے زکاۃ الفطر میں نقدی قیمت نکالا ہو، باوجودیکہ نقدی ان کے یہاں موجود تھی اور شہر مدینہ میں بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس کا خوب رواج اور چل چلاؤ تھا۔متاخرین میں سے جن لوگوں نے قیمت کی ادائیگی کے جواز کی بات کہی ہے انہوں نے اسے ضرورت یا فقراء کے حق میں انفعیت سے جوڑا ہے، جبکہ لوگوں کے دین ودنیا میں کیا زیادہ نفع بخش ہے رسول اللہ ﷺ کو اس کا زیادہ علم تھا، کیونکہ شارع علیہ السلام نے کسی متعین وقت وزمانہ کے لئے شریعت نہیں بنائی ہے، کیونکہ اسلام تمام زمان ومکان کے لئے قابل تطبیق وتعمیل ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا دینار ودرہم کے ذکر کرنے سے خاموشی اختیار کرنا کسی حکمت ومصلحت کی بنا پر تھا' جو آپ کا مقصود تھی، کیونکہ آپ خواہش نفسانی سے کوئی بات نہ کہتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے اپنے دور میں درہم ودینار کی موجودگی کے باوصف زکاۃ الفطر میں ان کا ذکر نہیں کیا۔

آگے فرماتے ہیں:

''وبعد التأمل في أدلة الفريقين وما سبق قوله في الردود، تبين لنا رجحان ما ذهب إليه جمهور الفقهاء من أن زكاة الفطر صاع من طعام كما حدده رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يجوز غير ذلك إلا للضرورة''(دیکھئے: حکم إخراج زکاۃ الفطر قیمۃ (نقدا) مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ النبویۃ، شمارہ 124، سنہ 1424ھ ، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ (ص:285))۔

فریقین کے دلائل اور ردود میں ذکر کردہ باتوں کے میں غور وتامل کے بعد ہمارے نزدیک جمہور فقہاء کا موقف ہی راجح ہے، کہ زکاۃ الفطر میں رسول اللہ ﷺ کا تحدید کردہ ایک صاع اناج ہی نکالا جائے گا، اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز جائز نہیں' سوائے اضطراری صورت میں۔

نقدی قیمت ادا کرنے میں کئی قباحتیں ہیں:

۱۔اگر نقد جائز ہوتا تو زمانۂ نبوی میں بھی نقد موجود تھا، آپ ﷺ اس کی رہنمائی ضرور فرماتے۔

۲۔نقدی قیمت میں غلہ اور غذا کی قیمت کا اعتبار مشکل ہے، کیونکہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں کئی قسم کی غذاؤں سے زکاۃ الفطر نکالی جاتی تھی اور ان کی قیمتیں مختلف تھیں۔

۳۔ آپ ﷺ نے زکاۃ الفطر کی حکمت میں ''طُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ''(مساکین کی غذا) فرمایا ہے' اور یہ مقصد غلہ اور غذا سے بآسانی مکمل ہوتا ہے، نقدی قیمت کی کوئی حاجت نہیں۔

۴۔ یہ ایک ظاہری واجبی شعار ہے جو اسلامی سماج میں نظر آنے اور محسوس کیا جانے والا ہے، اور نقد ادا کرنے کی صورت میں یہ ظاہری شعار باقی نہ رہے گا بلکہ ایک پوشیدہ عمل بن کر رہ جائے گا۔ واللہ اعلم ۔(مزید دیکھئے: المغنی، 4/295، ومجموع فتاوی ابن باز، 14/202، مجموع فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، 9/379، ومجالس شہر رمضان، از ابن عثیمین، ص138۔)۔

❖ ❖ ❖

احکام ومسائل

نفلی روزے اور ان کے احکام ومسائل

ابو ابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

وقت کو روکا نہیں جا سکتا، کاش ساعتوں کو قید کرنا ممکن ہوتا تو رمضان کی بابرکت ساعتوں کو ہم اپنے دامن میں چھپا لیتے اور خود سے کبھی جدا نہیں ہونے دیتے لیکن کچھ چیزیں اپنے اختیار میں نہیں ہوتیں، چاہیں وہ ہمارے نفع کی ہوں یا نقصان کی۔

اللہ رب العالمین کی بے پناہ رحمتیں اور برکتیں اپنے دامن میں لیے ہوئے رمضان المبارک اتنی تیزی سے گزر گیا کہ پتہ ہی نہیں چلا، بیشک جن لوگوں نے اس مبارک موقعے سے اخروی فائدہ اٹھا لیا وہ بڑے خوش نصیب ہیں اور بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنی مغفرت نہ کروا سکا۔

رمضان کے روزے تو سال میں ایک بار ہی فرض ہیں لیکن کیونکہ "روزہ" ڈھال ہے جہنم سے، "روزہ" تقویٰ و پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، "روزہ" ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں، لہٰذا اللہ کا یہ فضل وکرم ہے کہ اس نے رمضان المبارک کے رخصت ہونے کے باوجود بھی ہمارے لیے روزے رکھنے کا دروازہ کھول رکھا ہے، لہٰذا نفلی طور پر ہر مسلمان مرد وعورت کو پورے سال یہ مواقع نصیب ہوتے ہیں کہ وہ رب کی خوشنودی اور اس کی قربت حاصل کرنے کے لیے نفلی روزے رکھ سکتا ہے، ذیل میں پورے سال کے نفلی روزوں کا مع احکام ومسائل ذکر کیا جا رہا ہے۔

شوال

1۔شوال کے چھ روزے:

رمضان کے بعد ماہ شوال کے 6 روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَن صامَ رمضانَ ثمَّ أتبعَه بستٍّ من شوَّالٍ فكأنَّما صامَ الدَّهرَ'' (راوی: أبو أيوب انصاری : صحیح أبي داود، رقم الحدیث : 2433)

" جس نے رمضان کے روزے رکھ کر اس کے بعد (ہر سال) شوال کے 6 روزے رکھے تو اس کے لیے ساری عمر روزے رکھنے کا ثواب ہے"۔(صحیح ابوداود، حدیث نمبر:2433، صحیح الترمذی:759)

نوٹ 1: بعض ائمہ کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ شوال کے یہ روزے رکھنا مکروہ ہے لیکن ان کی بات کیونکہ حدیث کے خلاف ہے اس لیے ان کی بات کو نہیں لیا جائے گا، چاہیں ان کے فتوے کی کوئی بھی توجیہ پیش کی جائے۔

نوٹ 2: شوال کے یہ روزے مسلسل بھی رکھے جا سکتے ہیں اور متفرق بھی، لیکن رکھنے شوال ہی کے مہینے میں ہیں، البتہ لفظ "ثم اتبعه" سے عید کے فوراً بعد رکھنے کی طرف کچھ نہ کچھ اشارہ ضرور ملتا ہے، واللہ اعلم۔

یوم عرفہ

2۔یوم عرفہ کا روزہ:

عرفہ (9/ ذوالحجہ) کے دن روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ دو سال کے گناہ معاف فرماتا ہے، ایک پچھلے سال کے اور ایک آئندہ سال کے، سبحان اللہ!

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صيامُ يومِ عرفةَ ، أَحتسبُ على اللهِ أن يُكفِّرَ السنةَ التي قبلَه . والسنةَ التي

بعده"۔(مسلم،حدیث نمبر:1162)

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال پچھلے اور ایک سال آئندہ کے گناہ وہ معاف فرمائے گا" (مسلم،حدیث نمبر:1162)

نوٹ 1: یہ روزہ صرف غیر حجاج کے لیے مشروع ہے، جو حضرات حج کرنے کے لیے گئے ہوئے ہیں وہ یہ روزہ نہیں رکھیں گے۔

نوٹ 2: یوم عرفہ سے 9/ ذوالحجہ مراد لی جائے گی، بعض حضرات کا جو گمان ہے کہ حاجی جس دن وقوف کریں وہی ساری دنیا کے لیے" یوم عرفہ" ہے، یہ درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ 9/ ذوالحجہ کو یوم عرفہ کہے جانے کے تمام مضبوط دلائل اگر کچھ دیر کے لیے ہم الگ بھی رکھ دیں تب بھی سوچنے والی بات یہ ہے کہ آج میڈیا کا زمانہ ہے تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ حجاج نے کس دن وقوف کیا لیکن جس زمانے میں یہ برقی آلات نہیں تھے اس زمانے میں دنیا کے مسلمان کس طرح یوم عرفہ کا روزہ رکھتے تھے؟ کیا یہ مانا جائے کہ 1400 سالوں تک امت مسلمہ یوم عرفہ کے روزے کی فضیلت حاصل کرنے سے محروم رہی؟ یعنی اللہ کی طرف سے عطا کی گئی یہ رحمت وفضیلت اب تک میڈیا کی محتاج رہی؟ میڈیا آیا تب اس فضیلت پر عمل کرنا ممکن ہوسکا؟ یہ تسلیم کرنا کسی طور صحیح نہیں لگتا۔

محرم الحرام

3۔محرم کے روزے:

رمضان کے بعد سب سے افضل محرم کے روزے رکھنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''أفضلُ الصيامِ ، بعدَ رمضانَ ، شهرُ اللهِ المحرمِ . وأفضلُ الصلاةِ ، بعدَ الفريضَةِ ، صلاةُ الليلِ''۔(راوی: أبو ہریرۃ : صحیح مسلم۔رقم الحدیث:1163)

"رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے"(مسلم: حدیث نمبر:1163)

10/محرم الحرام کا روزہ پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صيامُ يومِ عاشوراءَ ، أحتسبُ على اللهِ أن يُكفِّرَ السنةَ التي قبلَه"۔(راوی: أبوقتادۃ الانصاری،صحیح مسلم،حدیث نمبر:1162)

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ عاشورہ (دس محرم) کے روزے سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں" (مسلم:1162)

نوٹ: صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، یہود کی مشابہت سے بچنے کے لیے دس محرم کے ساتھ 9/محرم الحرام کا بھی روزہ رکھنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 10/محرم کا روزہ رکھا اور جب آپ کو پتہ چلا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا:" اگر اگلے سال تک میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ 9/محرم کا بھی روزہ رکھوں گا، لیکن اگلے سال آپ وفات پا گئے (مسلم،حدیث نمبر:1134)

شعبان المعظم

4۔شعبان کے روزے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ نفلی روزے سب سے زیادہ شعبان کے مہینے میں رکھتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ما رأيتُ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ استكمل صيامَ شهرٍ قطُّ إلا رمضانَ . وما رأيتُه في شهرٍ أكثرَ منه صيامًا في شعبانَ ''(راوی: امی عائشہ صدیقہ،صحیح البخاری۔حدیث نمبر:1969، صحیح مسلم:1156)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان کے علاوہ کسی ماہ پورے مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہ میں نے آپ کو (نفلی روزے) شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں رکھتے دیکھا" (بخاری:1969،مسلم:1156)

نوٹ 1: جس شخص کی شعبان کے علاوہ نفلی روزے رکھنے کی کوئی مسلسل عادت نہ ہو وہ نصف شعبان تک جتنے روزے رکھنا چاہے رکھ لے، نصف شعبان کے بعد نہ رکھے، البتہ جس کی نفلی رکھنے کی کوئی خاص عادت ہو، مثلاً وہ ہر سوموار و جمعرات کا روزہ رکھتا ہو تو ایسا شخص نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے۔

نوٹ 2: خاص پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنا صحیح الاسناد احادیث سے ثابت نہیں۔

باقی ایام

مذکورہ نفلی روزے کچھ مخصوص مہینوں سے متعلق تھے، اب آیئے چند ایسے نفلی روزوں کی ہم وضاحت کر دیں جو رمضان کے علاوہ کسی بھی مہینے میں رکھے جا سکتے ہیں۔

5-ایام بیض کے روزے:

ہر ماہ ایام بیض (چاند کی 15،14،13 تاریخ) کے تین روزے رکھنا بہت اجر کا عمل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثلاثٌ من كُلِّ شهْرٍ ، و رَمضانُ إلى رمضانَ ، فهَذا صِيامُ الدهْرِ كُلِّهِ (راوی: ابوقتادہ انصاری، صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1163)

"ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے درمیانی عرصے میں ہر ماہ تین دن (ایام بیض) کے روزے رکھنا پوری عمر روزے رکھنے کے برابر ہے" (مسلم: 1163)

6-ہر سوموار اور جمعرات کا روزہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا بھی بہت پسند تھا، جب آپ سے اس بابت سوال کیا گیا تو آپ کا ایک جواب یہ بھی تھا: ''تُعرَضُ الأعمالُ يومَ الاثنينِ والخميسِ فأحبُّ أن يُعرَضَ عملي وأنا صائمٌ''۔ (راوی: أبو ہریرۃ، صحیح الترمذی - حدیث نمبر: 747، صحیح النسائی - حدیث نمبر: 2357)

" اللہ کی بارگاہ میں سوموار اور جمعرات کے دن (بندوں کے) اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہذا مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میرے اعمال (اللہ کی بارگاہ میں) اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزے سے ہوں" (صحیح الترمذی - حدیث نمبر: 747، صحیح النسائی - حدیث نمبر: 2357)

نفلی روزے رکھنے کا افضل طریقہ:

تمام قسم کے فضائل کے باوجود نفلی روزے رکھنے کے لیے اللہ نے اپنے بندوں پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا ہے، انسان میں طاقت ہو تو رکھے، اجر ملے گا، اگر مشکل ہو یا بغیر کسی مشکل کے بھی کوئی اپنی مرضی سے نفلی روزے نہ رکھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ نفلی عبادت اللہ کی قربت حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، اور اگر کسی کو نفلی روزے رکھنے کا زیادہ شوق ہو تو اس کے لیے بھی شریعت نے حد بندی کی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ بلا ناغہ مسلسل نفلی روزے لمبے عرصے تک رکھتا رہے، بلکہ اگر کسی کو نفلی روزے رکھنے کا زیادہ شوق ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن چھوڑے، جیسا کہ ایک صحابی کے بار بار اصرار اور زیادہ روزے رکھنے کی استطاعت کے اقرار کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی: ''صُمْ يومًا وأَفطِرْ يومًا . وذلك صيامُ داودَ ''(علیہ السلام) (راوی عبد اللہ بن عمر - صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1159، بخاری، حدیث نمبر: 5052)

" ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن ترک کرو، اور داود علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ بھی یہی تھا" (مسلم: 1159، بخاری: 5052)

نوٹ 1: چالیس دن کے روزوں کا چلا کاٹنے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

نوٹ 2-شوہر اگر موجود ہو تو بیوی بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے نفلی روزے نہ رکھے، اگر وہ ان اعمال کے ذریعے جنت کی آرزومند ہے تو یاد رکھے کہ اللہ کی اطاعت کے بعد شوہر کی اطاعت اور خدمت ہی میں اس کے لیے جنت ہے۔

❖ ❖ ❖

تزکیہ وتربیت

رمضان کے بعد کیا؟

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

رمضان کی بابرکت ساعتیں اختتام کو جا پہونچیں ۔ رحمت ، مغفرت اور برکتوں کی بارش کا موسم ختم ہوا۔ شیطان اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے پھر سے آزاد کردیے گئے۔ جنت کے دروازے پھر سے بند کردیے گئے۔ جہنم کے دروازے پھر سے کھول دیے گئے۔ خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جنھوں نے اس مبارک مہینہ کو پایا اور اس کی برکتوں سے اپنی جھولیاں بھرلیں ۔ بدنصیب ہیں وہ بندے جن کے دامن برکتوں کی اس برکھارُت میں بھی خشک کے خشک ہی رہ گئے۔

احتساب کا وقت:

اسلام میں عبادات کا معاملہ دیگر مذاہب کی طرح محض رسموں کی ادائیگی جیسا نہیں ۔عبادت اللہ سے تقرّب کا ذریعہ ہے۔اور بندہ جب اللہ کی قربت پالیتا ہے تو اس کے کردار میں تقویٰ کے ثمرات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔عبادتوں سے تقوے کی خوشبوئیں پھوٹنا ہی اللہ کے یہاں عبادت کے مقبول ہونے کی دلیل ہے ۔ جمود نہ نیکی میں ہوتا ہے نہ گناہ میں ۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کے لیے راستہ کھول دیتا ہے اور ایک نیکی دوسری نیکی کے لیے۔نیکیوں کے قبول ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ بندے کے لیے دوسری نیکی کی راہ کھل جائے۔

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ۔

وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ اُن کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں اُن کے حصے کا تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ (سورۃ محمد :۱۷) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انابت، اطاعت ،توکّل ،استقامت، محبّت، رجاء، خوف ، تسلیم وانقیاد یہ سب تقویٰ کے آثار ہیں۔ بندہ جتنا اللہ سے قریب ہوتا جاتا ہے گناہوں سے دور ہوتا جاتا ہے۔جتنی اللہ کی محبت دل میں گھر کرتی ہے۔گناہوں سے نفرت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

لہذا رمضان کے بعد شوال کا یہ مہینہ بندے کے لیے احتساب کا مہینہ ہے۔روزہ دار کو چاہیے کہ وہ غور کرے رمضان کی برکتوں سے اس نے کتنا حِظ اٹھایا۔ رمضان کی رحمتوں میں سے کتنا اس کے حصّہ میں آیا۔رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد کی زندگی میں وہ بندگی اور اطاعت کے حوالے سے خود میں کس طرح کی تبدیلیاں محسوس کررہا ہے۔اگر وہ رمضان کے اس بابرکت مہینے سے تقویٰ کی یہ برکتیں کشید نہیں کرسکا تو اس کو فکر کرنی چاہیے کہ کہیں وہ بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بددعا کا مستحق تو نہیں ہوگیا کہ نامراد ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنی مغفرت نہ کراسکا۔ (رواہ الترمذی:۳۵۴۵، شیخ الالبانی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔)

عبادات کی قبولیت کے لیے فکرمندی:

ایمان جب بندے کے دل میں گھر کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کو راضی کرلینے اور اس کے غضب سے بچ کر رہنے کی ایک ایسی فکرمندی پیدا کردیتا ہے جو مرتے دم تک اس سے جدا نہیں ہوتی۔ حضرت امام احمد حنبل سے سوال کیا گیا کہ بندہ راحت کا مزا کب پائے گا۔فرمایا:" اس پہلے قدم کے ساتھ جو وہ جنّت میں رکھے گا۔

اللہ کا عذاب بہت شدید ہے اور اس عذاب سے خود کو مامون سمجھنا قرآن مجید میں کفار کا وصف بیان کیا گیا ہے۔

(اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ)

کیا یہ لوگ اللہ کی پکڑ کا ڈر نہیں رکھتے (سن لو کہ) اللہ کی پکڑ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں (الأعراف:99)

اللہ کا بندہ ایمان اور تقویٰ میں جتنا آگے بڑھتا ہے۔ اللہ کے عذاب کا خوف، اعمال کے قبول نہ ہو پانے کا اندیشہ، آخرت میں باز پرسی کی فکرمندی، جوابدہی کا احساس، ناکام ہوجانے کا خوف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کافر اور مومن کے درمیان یہی فرق ہے کہ کافر گناہ کرکے بھی خود کو اللہ کے عذاب سے مامون سمجھتا ہے اور ایمان والا نیکیاں کرکے بھی ڈرا ہوتا ہے کہ یہ اعمال بارگاہ رب العزت والجلال میں قابل قبول سمجھے جائیں گے یا نہیں۔ مومن کے اس مزاج کی گواہی قرآن نے ان لفظوں میں دی ہے۔

(وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ)

اور جن کا حال یہ ہے کہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل اُن کے اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے [المؤمنون:60]

یہی وجہ ہے کہ بندہ عبادتیں کرکے بے فکر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے عبادات پر محنت کے ساتھ ان کی قبولیت کے لیے دعاؤں میں ہمہ وقت مشغول رہتا ہے۔ بعض سلف کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ قرآن میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی اس دعا پر پہنچتے تو بے تحاشہ رونے لگتے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے (البقرۃ:127)

فرماتے کہ: اللہ کا خلیل، اللہ کے حکم سے اللہ ہی کا گھر تعمیر کررہا ہے۔ پھر بھی اس بات سے ڈرا ہوا ہے کہ اللہ کے یہاں اس کی یہ نیکی قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ معلیٰ بن فضل رحمہ اللہ سلف کا معمول بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان آنے سے چھ چھ مہینے پہلے سے دعا شروع کردیتے تھے کہ اللہ! ہمیں رمضان تک پہنچا دے اور رمضان ختم ہوجانے کے بعد چھ چھ مہینے تک دعا کرتے تھے کہ اللہ رمضان میں کی گئی ہماری عبادتوں کو قبول فرما۔ (لطائف المعارف:148)

لہٰذا رمضان کے بعد ایمان والے کا رویہ بے فکری اور رمضان کی عبادات پر بھروسہ کرکے لاپرواہ بیٹھ جانے کا نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو چاہیے کہ اللہ کی بارگاہ میں خوب خوب منتیں سماجتیں کرے کہ اللہ اس کی نیکیوں قبولیت کے عظیم شرف سے نوازے۔

رمضان ختم ہوا ہے۔ اسلام نہیں۔

اللہ تک پہنچ جانا دنیا میں ایمان والے بندے کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ اس کی ساری تگ ودو اور سرگرمیاں اسی لیے ہوتی ہیں کہ وہ کسی طرح اپنے رب کو راضی کرلے جائے۔ جنّت اس صراط مستقیم کی منزل ہے جس کی ہدایت کے لیے وہ صبح وشام اپنے رب سے التجائیں کرتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ منزل پر پہنچ نہ جائے، سکون سے بیٹھ نہیں سکتا۔ رمضان تربیت کا ایک مہینہ ہے جو اللہ کی طرف جانے والے اس سفر میں اس کی رفتار تیز کرنے کے لیے رکھا گیا۔ لیکن رمضان ختم ہوتے ہی بندے کا گناہوں کی طرف دوبارہ لوٹ آنا اور دوبارہ شیطان کی گود میں جا بیٹھنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ رمضان کی سعادتوں سے محروم رہا۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے یہاں بڑی تعداد رمضان کے ختم ہوتے ہی پوری شدّت کے ساتھ گناہوں کی طرف مائل ہوجاتی ہے۔ گناہوں کی طرف یہ میلان عید ہی کے دن بلکہ چاند رات سے ہی ظاہر ہونے لگتا ہے۔ جو مساجد عشاء اور تراویح کی نماز میں بھری بھری رہتی تھیں چاند رات کی عشاء سے ہی سونی ہونی شروع ہوجاتی ہیں۔ عید کا دن تو بالخصوص شیطان کے ساتھ آزادی منانے کا دن بن جاتا ہے۔ اللہ المستعان

(وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا)

خبردار اس عورت کے مانند نہ ہوجاؤ جس نے اپنے دھاگہ کو مضبوط کاتنے کے بعد پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ (النحل:92)

روزہ دار کو چاہیے کہ عبادات اور اطاعت کی جو رفتار اس کو رمضان سے ملی ہے اس کے زور کو رمضان کے بعد بھی کم نہ ہونے دے۔ نیکیوں کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے گرد مزید نیکیوں کے حصار لگائے جائیں۔ اور گناہوں کی تباہی سے اس کی حفاظت کی جائے۔ روزہ دار کو چاہیے کہ رمضان کے بعد ہی عبادات کا ایک لائحہ عمل ترتیب دے لے۔ اور رمضان کے بعد پوری توجّہ اور دل جمعی سے اس ترتیب کی حفاظت کرے۔ اللہ رب العزت والجلال کو ایسی نیکیاں محبوب ہیں جن پر مداومت برتی گئی ہو۔ ذیل میں ہم کچھ ایسے اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں جن پر رمضان کے بعد خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

نماز باجماعت کی حفاظت فرمائیں:

رمضان کا مہینہ اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ بندے اس میں کثرت سے نوافل کی ادائیگی کر کے اللہ کی قربت حاصل کرتے ہیں۔ فرائض کی ادائیگی رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد بھی ویسی ہی لازم ہے جیسی رمضان میں۔ رمضان میں نماز باجماعت ادائیگی کی طرف ایک خاص طرح کا رجحان ان لوگوں کی طبیعت میں بھی پیدا ہو جاتا ہے جو عام دنوں میں نماز سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ اور نفس اس کے لیے ہونے والی مشقتوں کا کسی حد تک عادی ہو جاتا ہے۔ نیکی کی اس راہ پر اب نفس کو دوبارہ پیچھے نہ جانے دیں۔ اس کو مزید آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔

قرآن کی تلاوت:

رمضان قرآن کا مہینہ ہے۔ اس لیے قرآن کی تلاوت کی طرف رمضان میں ہماری خصوصی توجہ ہوتی ہے۔ رمضان شروع ہوتے ہیں جزدان سے مصاحف نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ مصحف پر بیٹھی ہوئی دھول جھاڑی جاتی ہے۔ صبح و شام تلاوت اور ختم قرآن کے لیے ایک خصوصی جذبہ دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایک طرح کی منافست اور مسابقت تلاوت کے معاملہ میں دیکھنے میں آتی ہے۔ لیکن رمضان ختم ہوتے ہی قرآن واپس جزدان میں لپیٹ کر طاقوں میں اگلے رمضان تک کے لیے رکھ دیا جاتا ہے۔ قرآن کے ساتھ یہ بدعہدی ہی ہماری ساری مصیبتوں کی جڑ ہے۔

رمضان قرآن کا مہینہ ہے لیکن قرآن کی برکتیں محض رمضان تک محدود نہیں۔ رمضان میں قرآن کے ساتھ جو ایک خصوصی تعلق قائم ہوا ہے اس کو رمضان کے ساتھ ختم نہ کریں۔ قرآن کی تلاوت کو روزانہ کے شیڈول میں کچھ نہ کچھ وقت دیں۔ آدھا یا پاؤ پارہ ہی سہی لیکن قرآن کی تلاوت کو اپنے معمولات میں شامل رکھیں۔ اس کے علاوہ ترجمہ اور تفسیر کا مطالعہ، حفظ کا اہتمام، دروس قرآن کی مجلسوں میں شرکت، تلاوت اور دروس موبائل پر سننے کا معمول بقدر استطاعت سال بھر جاری رکھنا چاہیے۔ قرآن اللہ کی بابرکت کتاب ہے۔ اس کی برکتیں رمضان ختم ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتیں۔

انفاق فی سبیل اللہ:

رمضان سخاوت اور فیاضی کا مہینہ ہے۔ زکوٰۃ تو بہرحال مال کا واجبی حق ہے جو مال پر سال پورا ہوتے ہی ادا کرنا ہے۔ رمضان اصل تو نفلی صدقات کا مہینہ ہے۔ نبی ﷺ کی سخاوت رمضان میں ایسی ہوتی جیسے تیز ہوائیں چل رہی ہوں۔ ہمارا بھی میلان رمضان میں اللہ کے دین لیے خرچ کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ رمضان کے بعد بھی اس میلان کو باقی رکھیں۔ غریب کی ضرورتیں رمضان دیکھ کر نہیں آتیں۔ اس لیے رمضان کے بعد بھی بقدر توفیق و استطاعت اپنے ہاتھ کھلے رکھیں۔ اپنے مال کا کچھ نہ کچھ حصّہ وقفے وقفے سے اللہ کی راہ میں فقراء اور مساکین کے تعاون، دینی اور دعوتی اداروں کی مدد کے لیے صرف کرتے رہیں۔ ہر آمدنی اور تنخواہ کا کچھ نا کچھ حصّہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے لیے الگ کر دیں۔

نفلی روزے:

روزہ اللہ سے تعلق کا ایک بڑا حسین اور خصوصی واسطہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ اپنے روزہ دار بندوں سے خصوصی محبت رکھتا ہے۔ ان کے منہ کی بو کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ

پسند فرماتا ہے اور ان کے لیے جنّت میں داخلہ کے لیے ایک الگ دروازہ خاص کر دیا۔ روزہ دار کے لیے یہ خاص دروازہ اللہ کے ان بندوں کے لیے ہے جو فرض روزوں کے ساتھ ساتھ نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ لہٰذا رمضان میں روزہ کے ذریعہ اللہ سے جو خصوصی تعلق بنا ہے اس کو رمضان کے بعد بھی جاری رکھیں۔ خاص شوال کے مہینے میں چھ روزوں کا اہتمام کریں جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

" من صام رمضان وأتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر."

(جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ایسا ہے جیسے پورے سال کے روزے ہوں) (مسلم)

اس عظیم ثواب کے ساتھ ان روزوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ رمضان کے فرض روزوں میں جو کمیاں رہ جاتی ہیں وہ ان نفلی روزوں سے پوری ہو جاتی ہیں۔

شوال کے ان روزوں کے علاوہ بھی ہفتہ میں پیر اور جمعرات کے روزے یا مہینے میں ایام بیض کے روزے یا ان کے علاوہ بھی کچھ نا کچھ اہتمام نفلی روزوں کا بندے کو کرتے رہنا چاہیے۔ روزہ گناہوں سے ڈھال اور نفس کی تربیت کا بڑا ذریعہ ہے۔ شہوتوں کے اس پرفتن دور میں اللہ کی اطاعت کے لیے روزہ بڑی معاون عبادت ہے کہ اس سے بندہ رب کی اطاعت میں نفس کے مطالبات کو مارنا سیکھتا ہے۔

دعا:

بندہ سراپا فقر ہے اور رب وہّاب اور بے نیاز۔ ایک فقیر کا تعلق ایک غنی و وھاب سے مانگنے کا ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دعا ساری عبادات میں سب سے افضل عبادت ہے۔ بندے کو اللہ نے ان حاجتوں کے ساتھ پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ اللہ سے مانگتا رہے اور اللہ اس کی مانگیں پوری کرتا رہے۔ بندہ اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اللہ کو جتنا خوش کر سکتا ہے اتنا کسی اور عمل سے نہیں۔

رمضان میں دعاؤں کی طرف پیدا ہونے والی رغبت کو ختم نہ ہونے دیں۔ رمضان ختم ہو گیا ہے لیکن اللہ کی رحمت کے دروازے ہمیشہ کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔ اس سے مانگتے رہنا چاہیے۔ اس سے مانگی گئی دعا کبھی ضائع نہیں جاتی۔ رحمتیں کن کن راستوں سے بندے تک پہنچتی ہے بندہ ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اذکار اور دعاؤں کے یاد کرنے پر توجہ دیں۔ نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور سورتوں کے معانی سیکھ لیں اور پورے شعور کے ساتھ دعا مانگیں۔

ذکر:

رب کا ذکر بندے کی روح کی غذا ہے۔ اس کے دل کی تازگی ہے۔ رب کا ذکر نہ ہو تو بندے کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کا ذکر دل کو اطمینان بخشتا ہے۔ اللہ کی محبّت جگاتا ہے۔ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے۔ غناء اور قناعت کی دولت سے دل کو مالا مال کرتا ہے۔ عبادت میں لذت پیدا کرتا ہے۔ شیطان سے مقابلہ کے لیے طاقت ور بناتا ہے۔ رب کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ بنتا ہے۔ بندہ زمین پر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ فرشتوں میں بندے کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ بندہ اللہ کو یاد رکھتا ہے اور تو اللہ بھی بندے کو یاد رکھتے ہیں اور اس کی حفاظت کا بندوبست فرماتے ہیں۔

صبح و شام کے اذکار پر مداومت برتیں۔ اذکار کا مطلب سمجھ کر ان کا وِرد کریں تاکہ ان اذکار کا اثر آپ کی شخصیت اور کردار پر مرتب ہو۔

دعا ہے کہ اللہ ہمارے دلوں میں ہدایت کا نور ڈالنے کے بعد اس کو واپس ٹیڑھے پن کی طرف لوٹ جانے سے محفوظ رکھے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔ آمین

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت و جماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران و دعاۃ کی دعوتی سرگرمیاں:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر **شیخ عبدالسلام سلفی -حفظہ اللہ-** نے رمضان المبارک کے مہینے میں جمعیت کے انتظامی امور کے تعلق سے جمعیت و جماعت کے احباب سے انفرادی و اجتماعی ملاقاتیں کیں، عید کی نماز اور خطبے کے فرائض آپ نے مسجد اہل حدیث دارالسلام (ممبرا) میں انجام دیے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے نائب امیر **شیخ محمد مقیم فیضی -حفظہ اللہ-** نے 11 / جون کو پونہ میں اعظم کیمپس میں زکوٰۃ کے مسائل پر خطاب کیا، 17 / جون کو پونہ کی مسجد اہل حدیث "الفلاح" میں "نبوی منہج" کے موضوع پر آپ کی تقریر ہوئی، 22 / جون کو کلیان کی مسجد اہل حدیث میں آپ کا خطاب ہوا اور 25 / جون کو مسجد اہل حدیث، مرول گاؤں میں آپ نے خطاب کیا، عید کی نماز اور خطبے کے فرائض آپ نے مسجد حسن (ممبرا) میں انجام دیے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی -حفظہ اللہ- کا 25 / مئی کو پونہ میں خطاب ہوا، 16 / جون کو مسجد "توحید" (باندرہ) میں تراویح کے مسائل پر آپ کی تقریر ہوئی اور 20 / جون کو اسلامک انفارمیشن سینٹر (کرلا ویسٹ) میں آپ نے خطاب کیا، عید کی نماز اور خطبے کے فرائض آپ نے مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ میں انجام دیے۔

شیخ کمال الدین سنابلی -حفظہ اللہ- نے 2 / جون کو مسجد عمر نارائن نگر (کرلا ویسٹ) میں استقبال رمضان اور پندرہویں شعبان پر خطاب کیا، 16 / جون کو مسجد اہل حدیث ٹیگور نگر (وکھرولی ایسٹ) میں موت اور قبر کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا، 18 / جون کو "رابعہ مسجد" (بھونڈی) میں آپ کا بیان ہوا، 20 / جون کو (بعد نماز عصر) مسجد اہل حدیث لیبر کیمپ (ماٹونگا) میں "خصوصیات رمضان المبارک" کے موضوع پر تقریر کی، 20 / جون ہی کو (رات 12 بجے) مسجد عمر فاروق (وکھرولی ایسٹ) میں "مرنے کے بعد کیا ہوگا" کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا، 21 / جون کو مسجد اقصیٰ (چیتا کیمپ) میں آپ نے خطاب کیا، 22 / جون کو مسجد اہل حدیث کالینا (کرلا ویسٹ) میں (بعد نماز عصر) "قنوت وتر کا ترجمہ اور مختصر تشریح" بیان کی، اور 22 / جون ہی کی رات مسجد اہل حدیث کاشی میرا (میرا روڈ) میں آپ کا خطاب ہوا، عید کی نماز اور خطبے کے فرائض آپ نے اہل حدیث عیدگاہ (گنور، بدایوں) میں انجام دیے۔

شیخ سرفراز فیضی -حفظہ اللہ- نے 18 / جون کو مسجد اقصیٰ ایروڑا (پونہ) میں "شرح دعاء قنوت" پر تقریر کی، 20 / جون کو مسجد اہل حدیث لیبر کیمپ (ماٹونگا) میں قنوت کے موضوع پر آپ نے خطاب کیا، 21 / جون کو مسجد اقصیٰ (چیتا کیمپ) میں آپ کا بیان ہوا اور 22 / جون کو مسجد اہل حدیث ہلاؤ پل (کرلا ویسٹ) میں تقریر کی، عید کی نماز اور خطبے کے فرائض آپ نے مسجد اہل حدیث کٹیر منڈل (کرلا ویسٹ) میں انجام دیے۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

اظہارِ تشکر

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی دعوتی، تنظیمی، تعلیمی، رفاہی اور ملی تمام سرگرمیاں اللہ عزوجل کی مہربانیوں اور عنایتوں کے بعد احباب جماعت کے مادی ومعنوی تعاون اور دعاؤں سے بحمد للہ جاری وساری ہیں اور ان میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث کسی ایک فرد کی نہیں پوری جماعت کی تنظیم ہے ۔صوبائی جمعیت کی ترقی جماعت اہل حدیث کی ترقی ہے۔ جماعت کے ہر فرد کو چاہیے کہ اس تنظیم کو اپنی تنظیم سمجھے اور اس کی ترقی میں ہر طرح کے تعاون میں پیش پیش رہے۔

ابھی رمضان المبارک کے مہینے میں اصحاب خیر کے انفرادی تعاون کے ساتھ ساتھ ٹرسٹیان مساجد کے اہتمام سے اکثر مساجد میں جمعہ کی نمازوں کے بعد اجتماعی تعاون بھی جمع کیا گیا۔اللہ تعالیٰ تمام ہمدردان ومعاونین کو جزائے خیر دے۔

صوبائی جمعیت کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی اور دیگر تمام ذمہ داران واراکین جمعیت جملہ اصحاب خیر اور ائمہ وٹرسٹیان مساجد کے فرداً فرداً مشکور ہیں جنھوں نے ماہ مبارک میں دامے درمے، قدمے سخنے کسی طرح بھی صوبائی جمعیت کا تعاون کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو ان کے حسنات میں شامل کرکے ذخیرہ آخرت بنائے اور دنیا میں بھی ہر طرح کے خیرات وبرکات سے نوازے۔

صوبائی جمعیت آپ کا اپنا ادارہ ہے ۔جمعیت کے ساتھ آپ اپنی وابستگی مسلسل بنائے رکھیں۔ مالی تعاون کے ساتھ ساتھ جمعیت کے ساتھ تعاون کی دوسری شکلیں بھی جاری رکھیں۔ جماعت کے دعوتی مشن کو آگے بڑھانے کے لیے جمعیت کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہیں گے۔جمعیت کی دعوتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہیں گے۔ جمعیت کے ماہانہ اور ہفتہ واری اجلاس میں شرکت فرمائیں۔اپنے علاقہ کی مساجد میں صوبائی جمعیت کے علماء کو مدعو کریں اور ان کے دروس منعقد کرائیں۔ جمعیت کے ماہانہ ترجمان ''الجماعۃ'' کے ممبر بنیں اور اپنے متعلقین کو بھی ممبر بنائیں۔جمعیت سے شائع ہونے والی کتب کی خریداری کریں اور ان کے بڑے پیمانے پر تقسیم میں ہمارا تعاون فرمائیں۔سوشل میڈیا پر جمعیت کے پلیٹ فارم سے وابستہ رہیں اور اس کی وسیع اشاعت میں ہمارا تعاون فرماتے رہیں۔سال میں مختلف موقعوں پر جمعیت کی طرف سے جو خصوصی پروگرام ہوتے ہیں ان کے لیے خصوصی تعاون فرمائیں۔

ساتھ ہی ان ٹرسٹیان مساجد سے اپیل کی جاتی ہے جو رمضان میں کسی وجہ سے یہ موقع نہیں نکال سکے کہ وہ دیگر کسی جمعہ میں تعاون جمع کرالیں اور صوبائی جمعیت کی سرگرمیوں میں حصے دار بنیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر سے نوازے اور ہمیں بھی اجروثواب سے محروم نہ فرمائے۔(آمین)

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
July 2017

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

A1 Grafix Studio : +91-9819189965

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com